فلاح آدمیت

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان
کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی صاحب

شیخ سلسلہ عالیہ

اکتوبر 1998ء جمادی الثانی 1419ھ

قیمت ———— 12/- روپے
سالانہ فنڈ ———— 120/- روپے

شیخ سلسلہ سے رابطہ کیلئے:

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی کاشانہ توحیدیہ نوکھر ضلع گوجرانوالہ: Ph: 268424

ایڈیٹر سے رابطہ کیلئے: عبدالقیوم ہاشمی تھانہ روڈ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ: Ph: 260734

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اس شمارے میں

اداریہ

قارئین محترم! آج سے تقریباً 50 برس قبل ایک مرد کامل حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے قرآن و سنت کی روشنی میں انتہائی غور و فکر، تدبر اور اللہ کی عطا کردہ روحانی بصیرت سے ایک تحریک کا آغاز فرمایا۔ جس کا نام سلسلہ عالیہ توحیدیہ رکھا۔ آپؒ نے 1953ء میں 60 برس کی عمر میں اپنی زندگی کا مقصد حاصل کر لیا یعنی "دیدار باری تعالیٰ کا حصول" آپؒ کی طبیعت اس بات کو گوارانہ فرماتی تھی کہ آپ بھی روایتی انداز میں "پیر" بن کر بیٹھ رہیں بلکہ طبیعت گریز کی طرف ہی مائل تھی۔

آپؒ کیونکہ مکمل ولی اللہ اور مجددانہ حیثیت کے حامل تھے، لہٰذا اللہ کو آپؒ سے رشد و ہدایت اور امت رسول ﷺ کی تربیت کا اہم کام لینا تھا۔ چنانچہ جب آپ نے تائید الٰہی سے رشد و ہدایت کا کام شروع فرمایا تو سلسلہ کے قواعد و ضوابط قرآنی توحید، اسوہ رسول ﷺ اور جدید ذہنیت کے مطابق تحریر فرمائے۔ جس کی وجہ سے روحانیت کے متلاشی بالخصوص تعلیم یافتہ طبقہ پروانوں کی مانند آپ کے گرد منڈلانے لگا اور بے انتہا روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ نے ذکر باری تعالیٰ کے طریقے اس قدر سہل اور موثر تلقین فرمائے کہ جو بھی شخص آپ کی تعلیمات پہ عمل کرتا ہے محض دو تین ماہ میں اللہ کے فضل سے قلبی سکون جیسی لازوال دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ آج دنیا کے پاس سب کچھ ہے نہیں ہے تو صرف دل کا سکون نہیں اور انسان کو اللہ کے ذکر کے بغیر کیسے سکون مل سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرما دیا ہے۔

الا بذکراللہ تطمئن القلوب

"آگاہ ہو جاؤ! کہ دلوں کو اطمینان صرف اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے"

دیگر سلسلوں کی تعلیمات میں دیدار باری تعالیٰ کے حصول کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا جب کہ قبلہ خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ نے سلسلہ کے تمام بھائیوں کو یہ بات ذہن نشین فرما دی کہ روحانیت کا کمال اور حسن مشاہدہ غیب یا کشف و کرامات نہیں بلکہ قرب باری تعالیٰ اور دیدار باری تعالیٰ ہے۔ جو شخص اللہ کے قرب و دیدار اور معرفت کا متلاشی ہے اسے خواجہ صاحبؒ کی تصانیف کا مطالعہ ضرور بہ ضرور کرنا چاہیے۔

خواجہ صاحبؒ نے اس کمی کو شدت سے محسوس فرمایا کہ مومنوں اور اولیاء اللہ کی ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو محض چلوں، مراقبوں تک ہی محدود نہ ہو بلکہ امت رسول ﷺ کی اصلاح و تربیت کا درد بھی رکھتی ہو۔ آپؒ فرماتے ہیں۔

"یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں سلوک و معرفت و حکمت کی افادیت کے متعلق خو
ہمارا جو خیال ہے وہ بھی ظاہر کر دیا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ "حکمت" اشرف اور افضل ترین علم ہے
۔ اس سے حقیقت الاشیاء معلوم ہو جاتی ہے، بڑے بڑے اسرار ظاہر ہوتے ہیں، عقل سلیم اور فراست
کاملہ پیدا ہوتی ہے، روحیں نظر آنے لگتی ہیں، رسول اکرم ﷺ اور دوسرے انبیائے عظام کی زیارت
میسر آتی ہے، عالم مثال کی سیر اور انوار و تجلیات کا نظارہ ہوتا ہے، کشف و کرامات کی طاقت حاصل ہو جاتی
ہے، مادہ پر تصرف حاصل ہو جاتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود حضرت احدیت (اللہ تعالیٰ) کی معرفت
اور حضوری سے انسان مشرف ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ سب کچھ مل جانے کے باوجود بھی اگر کوئی
عارف دین و دنیا میں امت محمدیہ کی اجتماعی ترقی اور کامیابی کے لئے کچھ نہ کرے تو وہ اپنی ذات کے لئے
سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ملت اسلامیہ کے لئے بیکار ہے۔ ملت کو آج ایسے بزرگوں کی ہرگز ضرورت
نہیں جو تعویذ گنڈوں اور دم درود سے کچھ مریضوں کو تندرست کر دیں یا چند غریب ان کی دعا سے امیر کبیر
بن جائیں یا کچھ لوگ مقدمے جیت جائیں یا چند بے اولادوں کے اولاد پیدا ہو جائے یا کچھ کفار و مشرکین
مسلمان ہو کر ملت کی تعداد میں بیکار لوگوں کا اضافہ کر دیں۔ آج کل تو ضرورت ایسے اولیا کی ہے جو فاسق و
فاجر مسلمانوں کو سچا مسلمان اور سچے مسلمانوں کو پکا مومن اور موحد بنا سکیں، جو اپنی تعلیم و توجہ سے
مسلمانوں میں ایسی فراست و بصیرت پیدا کر سکیں کہ وہ اپنے تمام تفرقے اور اختلافات مٹا کر ایک جان اور
ایک قالب کی طرح مربوط و متحد ہو جائیں، حق و باطل میں تمیز کر سکیں، سستی و کاہلی چھوڑ کر کام کرتے رہنا
سیکھیں، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت کا جنون ان کے لئے سرمایہ دانش ہو، وہ بقائے ملت
کے لئے جان و مال قربان کرنا اپنی زندگی کا مقصد جانیں اور ہر طرف سے اپنا منہ موڑ کر صرف اللہ کی طرف
کر لیں"

آپ یقیناً اس بات پہ یقین رکھتے ہونگے کہ برصغیر کہ بعض بزرگوں نے ہزاروں لاکھوں افراد کو تنہا
ہی اسلام کی دولت سے آشنا فرمایا۔ ان بلند پایہ بزرگوں نے خاموشی سے وہ کام کیا جو وعظ و تقاریر سے ممکن
نہ تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نفس کی صفائی میں کمال رکھتے تھے پھر ان کی نصیحت کا موثر ہونا لازم تھا
کیونکہ

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

آج ہمارے ہاں الحمدللہ بہت سی اسلامی تنظیمیں اسلام کی خدمت کر رہی ہیں مگر وہ جس اہم کمی کا
شکار ہیں وہ ہے "تزکیہ نفس"۔ قرآن ہمیں نفس امارہ اور نفس لوامہ سے اٹھا کر نفس مطمئنہ پہ دیکھنا چاہتا
ہے۔ لہٰذا ہم بصد ہا احترام ان اسلامی جماعتوں سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ قرآن کریم کے اس پہلو پر بھی

...ر دیں۔

کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم ایتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتب والحکمہ ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون (البقرہ 151)

ترجمہ:۔ "جیسا کہ ہم نے بھیجا رسول تمہیں میں سے پڑھتا ہے تمہارے آگے ہماری آیتیں اور پاک کرتا ہے تم کو اور سکھاتا ہے تم کو کتاب و حکمت اور سکھاتا ہے وہ علم جو تم نہ جانتے تھے"

آنحضور ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں ایک اہم مقصد نفوس کا تزکیہ اور حکمت کی تعلیم بھی تھا جیسا کہ اوپر آیت سے واضح ہوا۔ جس طرح صحابہ کرام ؓ کے نفوس کا تزکیہ آنحضور ﷺ کی صحبت سے پذیر ہوا اسی طرح اب ہمیں وارثان نبی ﷺ یعنی اہل اللہ کی صحبت سے تزکیہ نفس کرنا چاہیے۔ قرآن مجید فلاح یافتہ انہی کو قرار دیتا ہے جو تزکیہ نفس کی کوشش میں مصروف ہیں۔

قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی

"فلاح پا گیا وہ آدمی جس نے اپنے نفس کو (دنیا کی محبت سے) پاک کیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز پہ (نماز کے لئے) کھڑا ہوا"

اور جب نفس مکمل طور پر پاک ہو جاتا ہے تو یہ نفس مطمئنہ کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے اور ایسے ہی نفس کو اللہ تعالیٰ اپنے پاس بلاتے ہیں۔

یا ایتہا النفس المطمئنہ ارجعی الی ربک راضیہ مرضیہ

"اے صاحب نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف بڑھتا ہوا آ۔ اس حالت میں کہ تو مجھ سے خوش اور میں تجھ سے"

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری ؒ نے جس درد اور سوز مندی سے امت رسول ﷺ کی تربیت و تزکیہ کا بیڑا اٹھایا، الحمد للہ اب اسی مشن کو شیخ سلسلہ توحیدیہ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب آگے بڑھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے کہ ہم بھی مرشد کریم کی زیر نگرانی اس عظیم مشن میں حصہ لے سکیں۔ آمین۔

السلام علیکم
عبدالقیوم ہاشمی

درس قرآن

ڈاکٹر عبدالرشید وقار

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی (الیل)

ترجمہ:۔ جس نے (راہ خدا) میں مال خرچ کیا۔ اور نافرمانی سے ڈرتا رہا اور بھلائی کی تصدیق کی ہم اسے آسان راستہ کی طرف سہولت دیں گے۔

تفسیر:۔ خداوند کریم سے زیادہ سچی بات اور کسی ہستی کی ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر وہ قسم نہ بھی کھائے تو اس کا ہر فرمان عالیشان سچا ہی ہوتا ہے۔ پھر بھی ان آیات سے قبل انسانوں کو باور کرانے کے لئے چار آیات مقدسہ میں قسم کھاکر یہ یقین دلایا کہ قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے اور دن کی جب وہ پوری طرح روشن ہو جائے جس نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے نر اور مادہ کو اپنی رحمت واسعہ سے پیدا فرمایا۔ تمام انسانوں کی کوششیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ جیسے رات اور دن برابر نہیں بلکہ رات تاریکی اور دن روشنی ہے۔ اسی طرح نر اور مادہ ایک دوسرے سے نوعیت اور نتائج کے اعتبار سے مختلف اور ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ ایسے ہی ہر انسان کا عمل اور سعی مختلف ہے۔

پھر فرمایا کامیاب و کامران انسان کی تین اخلاقی خصوصیات ہیں۔ جن کو دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ انسان کس طرز زندگی کی نمائندگی کر رہا ہے اور اس کا انجام کیا ہے۔ رب کریم اسے کون سے راستہ سے گزار کر اسے نوازنے والے ہیں۔

پہلی صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ انسان دولت کی ہوس اور زر پرستی میں مبتلا نہیں ہوتا۔ اسکی رگوں میں خون کی بجائے مال و زر کی ہوس گردش نہیں کرتی۔ بلکہ وہ اپنے مال کو راہ خدا میں اس انداز سے خرچ کرتا ہے کہ اس کے اس فعل سے رب العلمین کی خوشنودی حاصل ہو۔ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا ہوتے رہیں۔ اسے جو کچھ عطا ہوا ہے خلق خدا کی بھلائی کی خاطر صرف کرتا

تاکہ معاشرہ میں امن قائم رہے اور اقتصادی ناہمواری ختم ہو جو لوگ دولت سے محروم ہیں
ان کی محرومیاں کم سے کم ہو جائیں۔ دوسری صفت اس کے اس نیک عمل کے پس پردہ اس کے
ل کے نہاں خانوں میں اللہ کا خوف جاگزیں ہوتا ہے اسے ہر لحظہ کھٹکا لگا رہتا ہے کہ اس کی ذات سے
ولی ایسا فعل سرزد نہ ہو جائے جو سرکشی و نافرمانی کے زمرہ میں شمار ہوتا ہو اور اس کے اچھے اعمال
ارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت حاصل کریں۔

تیسری صفت یہ ہے کہ وہ بھلائی کی تصدیق کرے۔ مفسرین کرام نے یہاں کلمہ طیبہ لاالٰہ الا
اللہ کو بھلائی کے معنوں میں لیا ہے۔ یعنی اس آدمی کا شرک و دہریت سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو۔
اس کے عقیدہ میں یہ بات شامل ہوتی ہے کہ اللہ ایک ہے۔ اور نبی آخر الزماں محمد ﷺ کی
رسالت و نبوت برحق ہے۔ آخرت پر پختہ یقین رکھتا ہو اور بھلائی کی ہر قسم جس کا تعلق شریعت
محمدی ﷺ سے ہو اس کی تصدیق کرتا ہے۔

اس کی ان مساعی جمیلہ اور اوصاف حمیدہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل و
رحمت سے آسان راستہ یعنی صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔ اس راستہ پر چلنا اس
کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔ وہ اس راستہ سے ذرا سا بھی ادھر ادھر ہو جائے تو اس کی روح بے چین
ہو جاتی ہے۔ نیکی کرنا آسان اور برائی کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ چونکہ یہی راستہ اس کی فطرت کے
مطابق ہوتا ہے۔ اس پر چل کر وہ مطمئن اور مسرور رہتا ہے اس پر چلتے ہوئے اسے فطرت اور اپنے
ضمیر سے جنگ نہیں کرنی پڑتی۔ فطرت کی تمام قوتیں اسے منزل پر پہنچانے کے لئے اس کی مددگار
ہوتی ہیں۔

چونکہ اسے گناہ سے بھری زندگی سے نفرت ہوتی ہے۔ للذا انسانی معاشرہ اسے قدر و منزلت
کی نظر سے دیکھتا ہے۔ صراط مستقیم پر چلنے کے لئے یہ اس کے لئے بہت بڑی حوصلہ افزائی ہے۔
ظاہر ہے جو آدمی پاکیزہ زندگی گزار رہا ہو۔ اس کے پیش نظر بنی نوع انسان کی بھلائی ہو' اس کی ذات
فسق و فجور' بدکاری اور جرم و گناہ سے کوئی واسطہ نہ ہو جو اعلیٰ اخلاقی قدروں کا حامل ہو' دھوکہ
دہی' بدعہدی' خیانت و بے وفائی سے گریزاں ہو لوگوں کو اس کی طرف سے کسی ظلم و زیادتی کا

اندیشہ نہ ہو کسی کو اس کی ذات اور سیرت و کردار پر انگلی اٹھانے کا موقع نہ مل سکے وہ کیسے ہی بگڑے
ہوئے معاشرہ میں رہ رہا ہو نگاہوں میں اس کی عزت قائم ہو کے رہتی ہے۔ وہ صاحب تکریم ہو
ہے۔ دل اس کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ اس کا اپنا ضمیر بھی مطمئن ہوتا ہے معاشرہ میں اس کو
مقام حاصل ہوتا ہے جو ایک گناہ گار اور بدکردار کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ سورہ نحل میں ارشاد ربانی
ہے۔

من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبہ

(جو نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت مگر ہو مومن ہم اسے پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے)

یہی وہ راستہ ہے جس پر دنیائے آخرت تک سکون ہی سکون اطمینان قلب اور راحت و سرو
ہے اور اس کے نتائج عارضی نہیں بلکہ دائمی اور لازوال ہیں۔ یہ دنیا کارگاہ عمل اور آخرت کی کھیتی
ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا الدنیا مزرعہ الاخرہ اس زندگی میں انسان آخرت کو سنوارنے کے
لئے جو کچھ کرے گا وہی اسے فائدہ دے گا اور اس کے لئے دائمی عزت اور خوش بختی کا باعث
گا۔ صاحب ایمان کی اس جدوجہد کو قرآن نے فاستبقوا الخیرات کا عنوان دیا ہے یعنی بڑھ چڑھ کر
نیکیوں میں مصروف رہو۔ یہی مومن کا حاصل زندگی ہے۔ آخرت میں نیک عمل ہی کام آئیں گے
دولت کی بجائے نیکی کا سکہ چلے گا۔

یہ سرمایہ حیات اور زاد سفر ہے اس کے لئے قرون اولی کے مسلمان نے سخت جدوجہد کی۔
نے بے عملی کی زندگی کو اپنایا ہے اور صرف دنیا میں دل لگالیا ہے۔ یہ دنیا بڑی دلکش ہے مگر اس
دل لگانے والا ہمیشہ دھوکا میں رہتا ہے۔ حضرت امام حسین ؓ نے فرمایا "جتنا کوئی اس دنیا سے دل لگاتا
ہے یہ اسے اتنا ہی دور پھینکتی ہے اور جو اس سے دور بھاگتا ہے اتنا ہی اس کا پیچھا کرتی ہے۔"

آخرت میں عمل نیک ہی کام آئیں گے
پیش ہے تجھ کو سفر زاد سفر پیدا کر

درس حدیث

رانا محمد اعجاز

عن ابی هریرہ قال رجل یا رسول الله من احق بحسن صحابتی قال امک قال ثم من قال امک قال ثم من قال امک ثم اباک ثم ادناک (متفق علیہ)

ترجمہ ! حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے حسن سلوک کا کون زیادہ حقدار ہے آپ نے فرمایا تیری ماں اس نے کہا پھر کون تیری ماں پھر کون فرمایا تیری ماں پوچھا پھر کون تیرا والد اور پھر تیرا قریبی رشتہ دار

اس حدیث مبارکہ میں والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا درس دیا گیا ہے۔ دین اسلام کے سوا کوئی ایسا مذہب نہیں جس میں انسانی حقوق کی درجہ وار تفصیل ہو۔ اسلام میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید توحید اور خدا پرستی کے حکم کے بعد آئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ توحید خداوندی کے بعد اطاعت والدین کا درجہ ہے۔

والدین میں سے خصوصاً ماں کو اسلام نے جو درجہ دیا ہے اس کی مثال کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ماں اپنی نسوانی کمزوری کے باوجود تربیت اولاد کی خاطر سینکڑوں مصائب برداشت کرتی ہے۔ ماں یہ سارے مصائب ہنسی خوشی برداشت کرتی ہے اور وہ ہر حال میں اولاد کی خوشی اور سکھ کے لئے دعاگو رہتی ہے۔

اس لئے رسول کریم ﷺ نے بار بار تاکید فرمائی کہ ہر حال میں والدین سے اچھا سلوک کرو اور ان کی نافرمانی سے بچو۔

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے چار بڑے گناہوں کا ذکر کیا اور سرفہرست ماں کی نافرمانی کو قرار دیا۔ اور فرمایا کہ تمہارے خدا نے تم پر ماں کی نافرمانی کو حرام قرار دیا ہے۔

رسول کریم ﷺ نے خصوصاً" ماں کی عظمت اور اطاعت کو سب سے زیادہ اہمیت دی جس کی زندہ مثال یہ چند واقعات ہیں جو عہد نبوی میں رونما ہوئے۔

ایک صحابی نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ میں جہاد میں شرکت کرنا چاہتا ہوں اور اجازت طلب کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں فرمایا کہ تمہاری ماں زندہ ہے جواب دیا ہاں تو اسی کی خدمت میں

لگے رہو جنت اس کے پاؤں کے پاس ہے۔

رسول کریم ﷺ کی والدہ محترمہ آپ ﷺ کے بچپن میں ہی وفات پا گئیں تھیں آپ ﷺ کی کنیز امہ ایمن نے آپ ﷺ کی بہت خدمت کی آپ ﷺ کو اپنے بچوں کی طرح پالا۔ رسول کریم ﷺ جب بھی امہ ایمن کو دیکھتے تو بہت خوش ہوتے اور فرماتے امہ ایمن میری ماں ہے ایک مرتبہ امہ ایمن نے آپ کو پانی پیتے دیکھا تو پینے کے لئے طلب کیا حضرت عائشہؓ نے ناراض ہو کر کہا کہ تم حضور ﷺ سے پانی طلب کرتی ہو ام ایمن نے کہا کہ تم نے مجھ سے بڑھ کر حضور کی خدمت نہیں کی حضور نے فرمایا یہ سچ کہتی ہیں چنانچہ آپ ﷺ پانی لائے اور ام ایمن کو پلایا۔

یہ واقعات ثابت کرتے ہیں کہ مخلوق انسانی میں سے ماں کو سب سے زیادہ برتری حاصل ہے اور یہ برتری فطری ہے کیونکہ انسان کو ذات باری تعالیٰ کے بعد جس کا سب سے زیادہ ممنون ہونا چاہیے وہ ماں ہی ہے

آج اہل مغرب تہذیب یافتہ ہونے کا دعوی کرتے ہیں مگر ان کا یہ دعوی بالکل بے بنیاد ہے کیونکہ جس معاشرے میں والدین کی کوئی عزت نہ ہو وہ معاشرہ کس طرح تہذیب یافتہ ہو سکتا ہے۔ وہاں جب والدین کو اولاد کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ انہیں بے سہارا در در کی ٹھوکریں کھانے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں اس معاشرے میں جو بے شمار برائیاں ہیں ان کا ایک موجب والدین کے ساتھ ناروا سلوک بھی ہے۔

یہ شرف اور مقام دین اسلام کو ہی حاصل ہے جس نے معاشرے کی صحیح معنوں میں تکمیل کی اور دوسرے مذاہب کے لئے بھی مثال بن گیا۔

اس لئے کوئی بھی نظام معاشرت کو اچھا اور معیاری اس وقت تک قرار نہیں دیا جا سکتا جب کہ وہ بڑھاپے میں والدین کی کفالت کا باعزت اور باوقار اہتمام نہ کرے

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دین اسلام والدین سے حسن سلوک، ان کی اطاعت، خدمت اور خصوصی طور پر بڑھاپے میں ان کی دیکھ بھال نہ صرف دینی فریضہ ہے بلکہ ایک معاشرتی خوبی اور تہذیبی تقاضا بھی ہے اور آخرت میں کامیابی یا ناکامی کا انحصار اسی تہذیبی تقاضے پر بھی ہے۔

آیات کائنات

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی

اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت کی ہدایت کے لئے اپنے آخری رسول ﷺ کے توسط سے قرآن مجید نازل فرمایا اور اس میں مظاہر فطرت پر تدبر و تفکر کی بار بار تاکید فرمائی ہے۔ اللہ تعالے جہاں قرآن کریم میں درج کلمات کو اپنی آیات قرار دیتا ہے وہاں کائناتی رازوں اور مظاہر فطرت کو بھی اپنی آیات کا نام عطا فرمایا ہے۔ انسان جب سے اس دنیا میں آیا ہے وہ اپنے اردگرد موجود چیزوں کا جائزہ لے کر انہیں مفید مقاصد کے لیے استعمال کرتا چلا آرہا ہے۔ آیات کائنات پر غور و فکر کرنے ہی سے انسان کے لئے ایجادات کی راہ کھلی۔ اس طرح نسل انسانی قدم بقدم ترقی کرتی ہوئی لاکھوں برس کی مسلسل جدوجہد کے بعد موجودہ مقام تک پہنچی ہے اور اب بھی خوب سے خوب تر کی تلاش میں اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے۔ ہر دور کے انسان نے اپنے اردگرد موجود آیات کائنات پر غور و فکر کرکے اپنے علم میں اضافہ کیا اور اس کی بدولت زندگی پر سہولت ہوتی چلی گئی۔ ابتدائی دور کے انسان نے جانوروں اور پرندوں کو دیکھ کر ہی درختوں کے پتوں، پھلوں اور گوشت کو اپنی غذا کے لئے استعمال کرنا شروع کیا۔ پرندوں کے گھونسلوں کو دیکھ کر اپنے لئے گھاس پھوس کی جھونپڑیاں بنانا شروع کیں۔ مکڑی کو جالا بنتے دیکھا تو کپڑا بننے کا خیال آیا۔ گول پتھروں کو دوسری کی نسبت زیادہ دور فاصلے تک لڑھکتے دیکھ کر پہیہ ایجاد کرنے کی سوجھی۔ الغرض انسان کے اردگرد قدرت کے بے شمار نظارے انسان کی صلاحیتوں کو دعوت فکر و عمل دینے کے لئے موجود ہیں اگر انسان اپنی آنکھیں کھلی رکھے، چیزوں کو غور سے دیکھنے کی عادت ڈالے اور ان آیات کائنات کے پیغامات کو دل و دماغ سے سمجھنے کی جستجو کرے تو علوم کے دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں اس نوعیت کا ایک بڑا اچھا واقعہ بیان کیا گیا ہے جب حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تو اپنے بھائی کی لاش ٹھکانے لگانے کی کوئی ترکیب اس کے ذہن میں نہیں آرہی تھی۔ وہ پریشانی کے عالم میں اس مردہ جسم کو اپنے ساتھ لئے پھرتا رہا اس پر اللہ تعالے نے اپنی رحمت سے

ایک کوے کو بھیجا جس نے قابیل کے سامنے اپنے پنجوں سے زمین کھود کر گڑھا بنانے کا مظاہرہ کیا۔ اسے دیکھ کر قابیل نے بھی قبر کھودی اور بھائی کی لاش کو اس میں دفن کر دیا۔ انسان نے بعض جنگلی جانوروں کو بیماریوں کے علاج کے لئے خاص قسم کی جڑی بوٹیاں استعمال کرتے دیکھا تو اس نے بھی یہی طریقہ علاج اپنا لیا۔ اسی طرح آج کے دور کا انسان پانی میں تیرنے والے جانوروں اور ہوا میں پرواز کرنے والے پرندوں کی بناوٹ کا مطالعہ کر کے سمندری جہازوں، آبدوزوں اور ہوائی جہازوں کے کامیاب ڈیزائن بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ حصول علم کا یہ مشاہداتی طریقہ اب بھی جاری ہے اور ہزاروں جانوروں اور پودوں کی زندگی اور عادات و خصائل پر ریسرچ کی جا رہی ہے اور تحقیق کے نتائج سے بنی نوع انسان کو ہر ممکن فائدہ پہنچایا جا رہا ہے۔ ہر دور کے انسان کی طرح آج کا انسان بھی یہی سمجھتا ہے کہ میں ترقی یافتہ ہو گیا ہوں لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے جس طرح ہم نے آج سے سو برس قبل وجود میں آنے والی ایجادات کو عجائب گھروں کی زینت بنا دیا ہے بالکل یہی سلوک ہماری موجودہ الٹرا ماڈرن مشینوں کے ساتھ کیا جائے گا۔ انسان اپنی کوشش سے زندگی کے ہر شعبے میں انقلابی تبدیلیاں لے آیا ہے لیکن سائنسدانوں کا کہنا یہ ہے کہ انسانی دماغ کی اہلیت کا ابھی دسواں حصہ ہی استعمال ہوا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے جب یہ دماغ پوری طرح روبہ عمل ہو گا تو یہ دنیا کیسی ہو گی۔ اللہ تعالے نے نفس و آفاق میں تفکر اور تدبر کا جو حکم فرمایا اس پر عمل کرنے کے نتیجے میں بے شمار نئے علوم جنم لے چکے ہیں اور تحقیق و تفتیش کے دوران اس طرح کے حیرت انگیز اور ایمان افروز حقائق سامنے آ رہے ہیں کہ علمائے فطرت یعنی سائنسدان اللہ کی ہستی کے قائل ہو کر قرآن کی صداقت کے سامنے سرنگوں ہونے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ پیشگوئی کر رکھی ہے کہ علمی اور سائنسی سفر انسان کو اللہ کے قریب لے آئے گا چنانچہ ارشاد ہوا ہے۔

سنریھم ایتنافی الافاق وفی انفسھم حتیٰ یتبین لھم انہ الحق۔ (حم سجدہ۔ 53)

"ہم عنقریب ان کو اطراف عالم میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ اللہ کا دین حق ہے۔"

قرآن کریم کی جن آیات کائنات میں تفکر کرنے کی ترغیب دلائی ہے ان میں سے چند یہاں

رح کی جارہی ہیں تاکہ قرآنی تعلیم اور ماڈرن علوم میں جو تعلق ہے وہ واضح ہو جائے۔

(1) ان فی خلق السموت والارض واختلاف الیل والنھار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیابہ الارض بعد موتھا وبث فیھا من کل دابہ وتصریف الریح والسحاب المسخر بین السماء والارض لایت لقوم یعقلون ○ (البقرہ۔ 164)

ترجمہ "بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اور کشتیوں میں جو دریا میں لوگوں کے فائدے کی چیزیں لے کر رواں ہیں اور بارش میں جس کو اللہ آسمان سے برساتا ہے اور اس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ کر دیتا ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلنے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں عقلمندوں کے لئے آیات یعنی نشانیاں ہیں"۔

(2) وھوالذی مدالارض وجعل فیھا رواسی وانھر ومن کل الثمرات جعل وفی الارض قطع متجورت وجنت من اعناب وزرع ونخیل صنوان وغیر صنوان یسقی بماء واحد و نفضل بعضھا علی بعض فی الاکل ان فی ذلک لایت لقوم یعقلون (الرعد۔ 3تا4)

ترجمہ۔ اللہ وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور دریا پیدا کئے اور ہر طرح کے میووں کی دو دو قسمیں بنائیں۔ وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے۔ غور کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور زمیں میں کئی طرح کے قطعات ہیں ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور انگور کے باغ اور کھیتی اور کھجور کے درخت بعض کی بہت سی شاخیں ہوتی ہیں اور بعض کی اتنی نہیں ہوتیں حالانکہ پانی سب کو ایک ہی ملتا ہے۔ اور ہم بعض میووں کو بعض پر لذت میں فضیلت دیتے ہیں ان میں سمجھنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں"

(3) وسخرلکم ما فی السموت وما فی الارض جمیعا منه ان فی ذلک لایت لقوم

یتفکرون O (الجاثیہ۔13)

ترجمہ۔ "اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کچھ تمہارے کام میں لگا دیا ہے جو لوگ تفکر کرتے ہیں ان کے لئے اس میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔"

(4) ھو الذی جعل الشمس ضیاء و القمر نورا وقدرہ منازل لتعلموا عدد السنین والحساب ما خلق اللہ ذلک الا بالحق یفصل الایت لقوم یعلمون O ان فی اختلاف الیل والنھار وما خلق اللہ فی السموت والارض لایت لقوم یتقون O (یونس۔5تا6)

ترجمہ۔ "اللہ وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تاکہ برسوں کا شمار اور حساب معلوم کرو یہ سب کچھ اللہ نے تدبیر سے پیدا کیا ہے سمجھنے والوں کے لئے وہ اپنی آیات کھول کھول کر بیان فرماتا ہے رات اور دن کے آنے جانے میں اور جو چیزیں اللہ نے پیدا کی ہیں سب میں متقی لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں"

(5) ولم یروا کیف یبدی اللہ الخلق ثم یعیدہ ان ذلک علی اللہ یسیر قل سیروا فی الارض فانظروا کیف بدا الخلق ثم اللہ ینشی النشاۃ الاخرۃ ان اللہ علی کل شیء قدیر O (العنکبوت۔19تا20)

ترجمہ۔ "کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ کس طرح خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا پھر کس طرح اس کو بار بار پیدا کرتا رہتا ہے۔ یہ اللہ کے لئے آسان ہے۔ کہہ دو کہ ملک میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اس نے کس طرح خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کیا ہے۔ پھر اللہ ہی پچھلی پیدائش پیدا کرے گا بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

(6) ومن ایتہ ان خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون ومن ایتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ان فی ذلک لایت لقوم یتفکرون O ومن ایتہ خلق السموت والارض واختلاف السنتکم والوانکم ان فی

لآیت للعلمین ○ ومن ایته منامکم بالیل والنهار وابتغاؤکم من فضله ان فی ذلک لآیت لقوم یسمعون ○ (الروم۔ 20تا23)

ترجمہ۔ "اللہ کی آیات میں سے ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر اب تم انسان ہو کر پھیل رہے ہو۔ اور اسی کی آیات میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ ان سے سکون پاؤ اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے لئے ان باتوں میں آیات ہیں اور اسی کی آیات میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا جدا جدا ہونا اہل علم میں ان کے لئے بہت سی آیات ہیں اور اسی کی آیات میں سے ہے تمہارا رات اور دن میں سونا اور اس کے فضل کا تلاش کرنا جو لوگ سنتے ہیں ان کے لئے ان باتوں میں بہت سی آیات یعنی نشانیاں ہیں۔"

آیات کائنات پر غور و فکر کی دعوت دینے والی قرآن کی تقریباً ساڑھے سات سو آیات میں سے نمونہ کے طور پر ہم نے صرف چھ آیات نقل کی ہیں اگر ہم باریک بینی سے ان کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ ان میں جن آیات کائنات کا ذکر آیا ہے ان میں سے اکثر موجودہ دور میں علیحدہ علیحدہ اور مستقل علوم کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں۔ یہ امر بہت ہی حیرت انگیز ہے اور قرآن کریم کے منزل من اللہ ہونے کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔ قرآن کو نازل ہوئے کئی صدیاں گذر چکی ہیں اس وقت کا انسان تو سائنسی دور میں داخل بھی نہیں ہوا تھا لیکن قرآں مجید میں درج کئی ایسے حقائق ہیں جن کا علم سائنسدانوں کو حال ہی میں ہوا ہے اس لحاظ سے اللہ کے آخری رسول ﷺ پر اترنے والی کتاب ان کے دائمی معجزے کی حیثیت رکھتی ہے اس زندہ اور عظیم کتاب کے وسیع علمی سمندر میں ابھی بے شمار خفیہ جزیرے اور ان گنت موتی موجود ہیں جن کا کھوج انسان کی آئندہ نسلیں ہی لگا سکیں گی آنے والے ادوار کے انسان کی فکر کو مہمیز لگا کر ترقی کی نئی نئی منزلوں کی نشان دہی کرتی رہے گی۔ قرآن کریم میں کئی واقعات جو معجزات اور محیرالعقول کارناموں کی صورت میں بیان کئے گئے ہیں ہو سکتا ہے انسان کی آئندہ نسلیں نئے علوم کے بل بوتے پر ان پر دسترس حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ ان کے بارے میں جو اشارے قرآن مجید میں ملتے ہیں ان کا ذکر یہاں کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(1) اصحاب کہف تین سو برس سے زیادہ عرصہ کی نیند میں رہے بیدار ہونے پر انہیں نہ تو جسمانی کمزوری ہوئی نہ ہی طویل مدت گذرنے کا احساس ہوا۔ یہ ممکن نظر آتا ہے کہ انسان کو طویل عرصہ تک سلا کر دوبارہ زندہ کرلیا جائے۔

(2) حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر لیتے تھے حضرت ابراھیم علیہ السلام نے ذبح شدہ پرندوں کو پکارا تو وہ ان کے پاس دوڑے ہوئے آئے ممکن ہے کبھی مردوں کو بعض حالات میں زندہ کیا جاسکے۔

(3) حضرت عزیز علیہ السلام سو برس تک سوئے رہے اور اتنے طویل عرصے میں ان کا کھانا گلنے سڑنے سے محفوظ رہا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماکولات و مشروبات کو طویل مدت تک کے لئے محفوظ کرنا ممکن ہے۔

(4) حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ساڑھے نو سو برس بتائی گئی ہے۔ ممکن ہے علماء فطرت کو طوالت عمر کا راز معلوم ہو جائے۔

(5) سورہ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام ان کے جیل کے ساتھیوں اور شاہ مصر کے خوابوں اور یوسف علیہ السلام کا انکی صحیح تعبیر بتانے کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خوابوں کی تعبیر کا علم حقیقی ہے اور سائنسی خطوط پر مدون کیا جاسکتا ہے۔

(6) حضرت عیسیٰ علیہ السلام روحانی قوت سے اندھوں اور کوڑھیوں کو ٹھیک کر دیتے تھے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض سے ان کے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی بحال ہوگئی تھی۔ حضور ﷺ کے لعاب دہن سے مریضوں کو شفا ملی اور ہمارے صوفیاء کرام روحانی طاقت سے بیماریاں سلب کر لیتے ہیں معلوم ہوا کہ روحانی طریقہ علاج مضبوط بنیاد رکھتا ہے اور مستقبل میں مقبول عام ہو سکتا ہے۔

(7) حضرت سلیمان علیہ السلام جانوروں کی زبان جانتے اور ان سے بات کر لیتے تھے ان کی زبانوں کے بارے میں کافی معلومات حاصل کی جاچکی ہیں اور ان سے کام لیا جارہا ہے۔

(8) گذشتہ زمانہ میں کئی قومیں اللہ کے عذاب سے ہلاک کردی گئیں ان میں سے کئی ایک کی ہلاکت زور دار آواز یا چنگھاڑ سے ہوئی تھی ان واقعات سے یہ امکان دکھائی دیتا ہے کہ تباہی کے

ی صوتی ہتھیار بھی تیار کئے جاسکتے ہیں۔

(9) اللہ تعالے ایک دانے کی مثال دیتے ہیں کہ اس سے سات نالیاں نکلیں اور ہر خوشے میں سو دانے نکلے اور اللہ چاہے تو اس سے بھی زیادہ کردے۔ زرعی سائنسدان کے لئے یہ ایک امید افزا پیغام ہے کہ ایک من بیج ڈال کر سات سو من یا اس سے بھی زیادہ فصل حاصل کی جاسکتی ہے۔

(10) حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک صحابی نے ملکہ سبا کا تخت دور دراز فاصلے سے پلک جھپکنے میں لا حاضر کیا تھا۔ عین ممکن ہے کہ آواز اور تصویروں کی طرح کسی وقت ٹھوس مادی اشیا کو بھی برقی لہروں کی مدد سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا ممکن ہو جائے۔

(11) سورہ الرحمن میں اللہ تعالے نے جنات اور انسانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

یمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذو من اقطار السموت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطن ○

"اے گروہ جن و انس اگر تمھیں قدرت ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں یعنی حدود سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ اور زور کے سوا تم نہیں نکل سکو گے" اس آیت سے انسان کو یہ پیغام ملا کہ اگر تم مناسب قوت اور غلبہ حاصل کرلو تو کشش ارضی اور نظام شمسی کی حدود سے باہر نکل کر خلا کی تسخیر کرنے کے اہل ہو سکتے ہو۔

(12) قرآن کریم سورت الشوری کی آیت نمبر29 اس دور میں اٹھائے جانے والے اس سوال کہ آیا دوسرے سیاروں میں آبادی کا امکان ہے بڑا واضح جواب مہیا کرتی ہے۔

ومن ایته خلق السموت والارض وما بث فیھما من دابته وھو علی جمعھم اذا یشاء قدیر ○

ترجمہ۔ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور ان جانوروں کو جو اس نے ان دونوں میں پھیلا رکھے ہیں اور وہ جب چاہے ان کو جمع کردینے پر قادر ہے۔"

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ زمین کے علاوہ دوسرے سیاروں میں بھی اللہ کی مخلوق موجود ہے اور ان کا آپس میں رابطہ اور ملاپ ہو جائے گا۔

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی

لنگوٹی کا فساد

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری کی بیان کردہ حکایات میں سے میں ایک قصہ قارئین کرام کی نذر کرتا ہوں۔

"کسی گاؤں کے باہر ایک مجذوب قسم کا درویش کپڑوں اور متاع دنیا سے بے نیاز ایک کٹیا میں پڑا رہتا تھا۔ اس کے عقیدت منداس کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ ان میں عورتیں بھی ہوتی تھیں۔ ایک دن مجذوب کے چند چہیتے مریدوں نے باہم مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ کسی نہ کسی طرح بابا جی کو ایک لنگوٹی باندھ دی جائے کیونکہ یہاں عورتوں کا بھی آنا جانا ہے اور ان کا ننگا رہنا معیوب لگتا ہے۔ چنانچہ وہ لنگوٹی کے لئے کپڑا لے آئے اور مجذوب کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ مہربانی فرما کر اسے باندھ لیں۔ اس پر مجذوب تیغ پا ہو گیا اور کہنے لگا ہم نے دنیا چھوڑ دی ہے اور تم دوبارہ مجھے اس میں لپیٹنا چاہتے ہو میں اسے ہرگز نہیں باندھوں گا۔ مرید بار بار اصرار کرتے رہے تو مجذوب تھوڑا نرم پڑ گیا۔ اس پر انہوں نے مجذوب کے انکار کے باوجود زبردستی وہ لنگوٹی ان کو باندھ دی۔ مجذوب انہیں گالیاں دیتا رہا اور وہ سنتے رہے۔ اب جو لنگوٹی بندھ گئی تو مجذوب صاحب کھانا وغیرہ کھا کر لنگوٹی سے ہی ہاتھ صاف کر لیتے۔ رات کو جنگل سے کچھ چوہے خوراک وغیرہ کی تلاش میں ان کی کٹیا میں آیا کرتے تھے۔ انہوں نے اب جو دیکھا کہ لنگوٹی پر بھی سالن یا میٹھا وغیرہ لگا ہوا ہے تو اسے بھی کترنے لگے۔ تلاش رزق کے اس کٹھن کام میں چوہوں سے بے احتیاطی بھی ہو جاتی جس سے مجذوب بھی زخمی ہو جاتے۔ بابا تو پہلے ہی لنگوٹی کے خلاف تھا اب چوہوں کی ایذا رسانی سے ان کا پارہ مزید چڑھ گیا۔ اگلے روز جوں ہی ان کے عقیدت مند آئے بابا نے گالیوں سے ان کی تواضع کی اور کہا کہ ابھی اس لنگوٹی کو اتارو۔ انہوں نے ہاتھ جوڑے کہ آپ درگزر فرمائیں ہم ان چوہوں کا بندوبست کرنے کے لئے یہاں ایک بلی لے آتے ہیں۔ چنانچہ کٹیا میں ایک بلی کا اضافہ ہو گیا جس سے چوہوں کا مسئلہ حل ہو گیا۔

ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ گاؤں والوں میں سے کوئی بھی وہاں نہ آیا۔ مجذوب نے تو صبر و شکر کر کے بھوک برداشت کر لی مگر بلی ساری رات بھوک کے مارے میاؤں میاؤں کرتی رہی جس سے مجذوب سخت تنگدل ہوا۔ جب گاؤں والے آئے تو اس نے کہا کہ اب میری لنگوٹی بھی کھولو اور اپنی اس ماں کو بھی لے جاؤ جو ساری رات میرا سر کھاتی رہی۔ مریدوں نے معذرت چاہی اور بابا صاحب کو ذرا ٹھنڈا کیا کہ آپ فکر نہ کریں ہم بلی کی خاطر یہاں ایک دودھ دینے والی بکری لے آتے ہیں۔ وہ جنگل سے گھاس اور پتے وغیرہ کھا کر پیٹ بھر لیا کرے گی۔ اور اس کے دودھ سے بلی اور آپ کا گذارہ چلتا رہے گا۔ مجذوب بابا نے ان کی یہ تجویز بھی تسلیم کر لی اور وقت اچھا گذرنے لگا۔
کچھ دنوں بعد برسات کا موسم شروع ہو گیا اور دو دن مسلسل بارش ہوتی رہی۔ اس دوران میں گاؤں والوں میں سے کوئی بھی نہ آیا۔ بارش میں بکری بھی باہر نہیں نکلتی۔ وہ بھوک سے بیتاب ہو کر مسلسل شور مچانے لگی تو مجذوب صاحب سے برداشت نہ ہوا۔ وہ باہر نکلے کہ کسی درخت سے بکری کے لئے پتے توڑ کر لاتا ہوں۔ ہمت کر کے ایک درخت پر چڑھ تو گئے لیکن گیلے تنے سے پاؤں جو پھسلا تو زمین پر آ رہے اور ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ بڑی مشکل سے کٹیا تک پہنچے اور رات بھر درد سے کراہتے رہے اگلے روز مطلع صاف ہوا تو مریدان باصفا بھی حاضر خدمت ہوئے اور پوچھا کہ بابا جی یہ سب کچھ کیونکر ہوا اور کیسے ہوا۔ بابا تو غصے میں بھرا بیٹھا تھا اس نے اپنی لنگوٹی اتار دی اور وہ ماری اور کہا کہ یہ سب اس حرامزادی لنگوٹی کا فساد ہے۔ یہ نہ بندھتی تو نہ ہی بلی یہاں آتی اور نہ ہی بکری اور نہ میں اس مصیبت میں پڑتا۔
☆ اس حکایت سے یہ سبق ملتا ہے کہ مسلمان کو سادہ اور سپاہیانہ زندگی بسر کرنی چاہئے اور اپنی خواہشات کو اعتدال کی حد میں رکھنا چاہیے۔ ورنہ انسانی نفس کی خواہشات کی کوئی حد نہیں اور ایک کے بعد دوسری اور پھر تیسری کے غیر محدود چکر میں اس طرح پھنس جاتا ہے کہ یہ سلسلہ گنتی ہی میں نہیں آتا اور انسان طول امل اور ہوا و ہوس کا شکار ہو کر استغنا اور قناعت سے محروم ہو جاتا اور اطمینان قلب سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اسلامی طرز حیات کا حسن سادگی اور اعتدال ہی میں ہے۔

خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطوط

تدوین و ترتیب۔ خالد مس

(1)۔ خالص کندن

(بنام محمد صدیق ڈار صاحب 966

"عبدالواحد بھٹی بے چارہ والد کے مرنے کے بعد سخت آزمائش میں مبتلا ہے

گھر میں جھگڑے شروع ہو گئے شاید مقدمہ بازی تک نوبت آ گئی ہے۔ اس نے بو

پارٹس کا کام شروع کیا تھا جھگڑوں کی وجہ سے وہ بھی ٹھپ ہو گیا ہے۔ بہت ہراساں ہے

میں نے تسلی تو دی ہے اللہ اس کو ہر لحاظ سے کامیاب فرمائے آمین! یوں کہو کہ بھ

آج کل "بھٹی" میں تپایا جا رہا ہے تا کہ خالص کندن بن جائے"

(2)۔ دکھتی رگ

(بنام محمد صدیق ڈار صاحب 64-2-6

"آپ کے بھائی کی وفات کا بہت افسوس ہوا۔ وہ تو معصوم تھا۔ اس کی بخشش کی

دعا تو بے کار ہے۔ ہاں یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہاں اس کو اپنے خاص بندوں میں شا

کرے اور ہر وقت نوازتا رہے۔ اس میں آپ کی آزمائش بھی ہے کیونکہ آپ کو اس

سے پیار تھا اور اللہ میاں ہمیشہ اپنے دوستوں کی دکھتی رگ ہی پکڑتے ہیں۔ وہ نہیں

چاہتے کہ ہم دعویٰ تو کریں ان کی دوستی کا اور پیار کریں دوسروں سے۔ صبر کرو او

خوش رہو یہ بھی فقر میں ضروری ہے۔ آپ کو چاہیے کہ اس کو اللہ کی طرف سے سمجھ

کر اس صدمے کی نفی کریں اور شکر بجا لائیں کہ اللہ نے آپ کو اس آزمائش کے

قابل سمجھا"۔

(3)۔ نعمتوں کی تکمیل

(بنام محمد قاسم صاحب 60-7-17)

"ذکر اور نماز کے ساتھ جو اور کام کرنے ہیں وہ یہ ہیں (i) غصہ کم کرو اور رفتہ رفتہ بالکل ختم کردو۔ (ii) نفرت کسی سے نہ کرو۔ (iii) یاد رکھو کہ جو باتیں آپ کی مرضی کے خلاف آپ کو پیش آتی ہیں اور جن کو آپ مصیبت کہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کا دشمن نہیں۔ حالانکہ وہ قرآن میں کہتا ہے کہ ہم یہ مصیبتیں تم پر اس لئے نہیں ڈالتے کہ تم کو تکلیف ہو بلکہ یہ مصیبتیں ڈال کر تم پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کرنا چاہتے ہیں"

(4)۔ حق پر قائم رہو

(بنام محمد مرتضیٰ صاحب 65-3-1)

"معاف کیجئے گا میں نے غصہ اور نفرت نفی کرنے کی اور عالمگیر محبت کی تعلیم دی ہے مگر آپ لوگ آخری ٹکڑا تعلیم کا بھول جاتے ہیں یعنی ہر حال میں حق پر قائم رہو اور جب محبت اور حق کا مقابلہ ہو تو محبت کو قربان کردو اور حق پر قائم رہو۔ یہ نہ ہو گا تو ہماری تعلیم نقصان دہ ہو گی۔"

دین اور مخلوق

محمد مرتضیٰ توحید

قبلہ ڈار صاحب پنڈی کے دورے پر تشریف لائے۔ میں سوچ رہا تھا یہ بھی ایک انسان ہیں جن کے نزدیک لوگ کتنی محبت سے چلے آتے ہیں۔ جو ان کی بات سنتا ہے دل میں خوشی محسوس کرتا ہے۔ ذہن کو کشادگی ملتی ہے اور کام کرنے کی صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ حوصلہ بڑھتا ہے اور صرف اور صرف اللہ کے لئے کام کرنے اور غیر متزلزل ارادہ پروان چڑھنا شروع ہوتا ہے۔ اعمال میں پختگی آتی ہے اور منفی خیالات سے آدمی آزاد ہوتا ہے۔ اس کے سامنے بہت بڑا اثار کر دیا جاتا ہے۔ دنیا میں کئی ارب انسان بس رہے ہیں۔ ان میں ایک ارب سے کچھ زیادہ مسلمان ہیں اور باقی دوسرے مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس میں عیسائی مذہب کی تعداد مسلمانوں کے برابر ہوگی یا کچھ زیادہ ہوگی۔ وہ مذہب جو عرب میں کثرت سے موجود ہے ان کا ذکر کلام پاک میں بار بار آیا اس میں یہودی اور عیسائی سرفہرست ہیں اس کے علاوہ ہندو مذہب' بدھ' پارسی' مجوسی وغیرہ وغیرہ۔

ہندومت کے بارے میں تحقیق ہو رہی ہے اور اس کے بارے میں یہ حقیقت کھل کر سامنے آرہی ہے کہ یہ ایک الہامی مذہب ہے اور اس مذہب کے پرانے وید میں رسالت مآب ﷺ کا نام نامی رقم کیا گیا ہے اور ان پر ایمان لانے کی تلقین کی گئی ہے۔ امید ہے رفتہ رفتہ یہ حقیقت آشکار ہو جائے اور ایک عظیم کامیابی کے دروازے کھل جائیں۔ عیسائی تمام دلائل کے بعد اس حقیقت کو ماننے پر مجبور ہیں کہ واقعی اسلام دنیا کا سب سے اچھا مذہب ہے یہودی بھی اس بات کو مانتے ہیں لیکن وہ اس کی تصدیق نہیں کرتے وہ انسانی رقابت میں اتنے آگے بڑھ گئے ہیں کہ ان کا واپس ہونا مشکل نظر آتا ہے۔ جب تک اسرائیل قائم ہے ان کا ایماندار ہونا مشکل ہے۔ لیکن جب بھی اللہ کا کلام ان کے اوپر نافذ ہوگا وہ واپسی کا راستہ ضرور تلاش کریں گے۔ ان کی تاریخ گواہ ہے کہ ان کا دین پر رہنا یا اسکو انکار کرنا دونوں میں بہت ہی جلد باز ہوتے ہیں اور جب بھی اللہ کے فضل و کرم سے دنیا میں تبدیلی آئے گی اور اسلام دنیا میں چھا جائے گا۔ اس وقت نقشہ ہی کچھ اور ہوگا۔ اللہ کے دین کو کوئی نہیں روک سکتا۔ نبی پاک ﷺ کی غلامی سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ یہ اور بات ہے

رے سامنے نہ ہو لیکن ہو گا اور ضرور ہو گا۔ باقی جو مذہب ہیں جن کو انسانوں نے بنایا ہے جیسے
ونٹ سوشلسٹ وغیرہ ہمارے سامنے ہی تیار ہوئے پروان چڑھے اور ختم بھی ہو گئے۔ واپس
ے پرانے مذہب پر چلے گئے جو عیسائی تھے عیسائی ہو گئے۔ جو یہودی تھے یہودی ہو گئے۔ چرچ پھر
ے آباد ہو گئے۔ یہودیوں کی عبادت گاہیں بھی آباد ہوئیں لیکن ان تمام ظلم و ستم کے باوجود اسلام
ور مسلمانوں کے ساتھ جو روا رکھا گیا۔ مسلمان کبھی بھی کمیونسٹ نہیں ہوا۔ سوشلسٹ ہوا۔ نظام
وشلسٹ کو مانا لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اپنے دل کو کبھی خالی نہیں کیا۔ وہ نور دلوں
ں جگمگاتا رہا اور جونہی روس ٹوٹا وہ اپنی اپنی ریاستوں کو مسلمان ریاست ہونے کا اعلان کر دیا اور
روس سے الگ ہو گئے۔ یہ سب کچھ آپ کے سامنے ہوا اور میرے سامنے ہوا۔ تمام مسلمان
کومتوں سے رشتہ جوڑا اور اب دین کا کام نئے سرے سے وہاں شروع ہو گیا۔ مسجدیں آباد ہو گئیں
اور وہ لوگ جو روسی حکومت کے ظلم و ستم سے مسجدوں میں نماز نہیں ادا کر سکتے تھے۔ نمازیں
ونے لگیں۔ اللہ کی وحدانیت کا ذکر شروع ہو گیا نبی پاک ﷺ کی سنت کی تائید ہو گئی۔ زمانہ ہی
بدل گیا۔ فورس لیبر ختم ہو گئی۔ ریڈ گارڈ ختم ہو گئی۔ یک بیک نقشہ ہی بدل گیا۔ لوگوں کو آزادی مل
ئی۔ چہرے روشن ہو گئے۔ عبادتوں کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا۔ نیشاپور، سمرقند، بخارا، تاشقند وغیرہ
ں آغاز اسلام سے اسکو پھر سے زندگی ملنی شروع ہو گئی۔ ہم مسلمان ہیں۔ روسیو سنو! ہم مسلمان
ں۔ تم نے ہمارے ساتھ جو ظلم کیا اس کو ہم پیار سے دھوئیں گے۔ تم مسلمان ہو جاؤ اللہ اور اس
ے رسول ﷺ کے کلمہ گو ہو جاؤ۔ اس دنیا کی ذرا سی تختی سے تمہارا کیا حال ہوا۔ تم کہاں سے
ں چلے گئے۔ تمہاری تمام تیاری، تمام اسلحہ، تمام ایٹم بم، ہائیڈروجن بم، کوبالٹ بم، دھرے کے
رے رہ گئے۔ پاکستان اور افغانستان کے چند مجاہد چھوٹے چھوٹے اسلحہ کے ساتھ تمہاری تمام
قت کے منہ پر زوردار تماچہ لگا کر تمہارے منہ کو اسی طرف پھیر دیا جدھر سے تم آئے تھے۔

تم آؤ اور اپنے منہ کو روشن کرو۔ دل کو روشن کرو، روح و نفس کو پاک کرو، اللہ واحد و یکتا پر
مان لے آؤ نبی پاک ﷺ پر ایمان لاؤ۔ کلام پاک سے نور حاصل کرو اور آخرت کی زندگی کو جو
یشہ ہمیشہ رہنے والی ہے تابناک بناؤ، آمین۔ تمہیں تو اسلام کی فوقیت کا اندازہ ہو گیا ہو گا۔ انصاف

کرو، اپنے خیالات کا اظہار کرو، یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں سے بھی کرو سب کو دین اسلام کی دعوت دو۔ دین اسلام کوئی ہمارا آبائی مذہب نہیں ہے۔ یہ پورے انسانوں کا مذہب ہے۔ یہ ساری مخلوق کا مذہب ہے۔ یہ ساری کائنات کا مذہب ہے۔ اگر تم پوری دنیا میں امن اور سکون چاہتے ہو تو دین اسلام قبول کرو، یہ پیغام سب کے لئے ہے، یہی پیغام عیسائیوں کے لئے ہے، یہی پیغام یہودیوں کے لئے ہے، یہی پیغام ہندوؤں کے لئے ہے اور یہی پیغام تمام دوسرے مذاہب کے لئے ہے۔ وقت ضائع مت کرو، تمہیں بھی یہ حق پورا پورا پہنچتا ہے کہ جو خرابیاں مسلمانوں میں ہیں اس کی اصلاح کرو، ہمیں بتاؤ، ہمیں ٹوکو اور ہماری خرابیوں کو دور کرو۔ جس سے تمام دنیا میں دین اسلام پھیلے گا اور امن اور سکون کی زندگی سب کو ملے گی۔

تو مختصراً" ہر مسلمان کے اوپر صرف پانچ آدمی آتے ہیں جن کی اصلاح کرنی ہے۔ جس کو دین کی دعوت دینی ہے۔ جس کو مسلمان کرنا ہے۔ اگر سارے مسلمان یہ کریں۔ تو کوئی بھی کافر اس دنیا سے ایمان کے بغیر نہ جائے گا۔ سب مسلمان ہو جائیں گے۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ لیکن جھوٹ بولنا ہمارا فن ہے، دھوکا دینا ہمارا فن ہے، دوسرے کا مال کھانا ہمارا فن ہے بڑوں کو سلام کرنا اور کمزوروں کو اذیت دینا ہمارا فن ہے۔ حالات کے مطابق بدل جانا ہمارا فن ہے۔ واہ! وہ کیسے فنکار ہیں ہم۔

کاش کہ ہمیشہ ہمیشہ والی زندگی کا احساس ہو جائے تو ہمیں سچ بولنے کا فن بھی آ جائے۔ مدد کرنے کا فن بھی آ جائے۔ بنانے کا فن بھی ہمیں آ جائے۔ دین اسلام کو دوسرے تک پہنچانے کا فن بھی آ جائے۔ بھوکے رہ کر دوسروں کو کھلانے کا فن بھی آ جائے۔ روح، نفس اور دل کو روشن کرنے کا فن بھی آ جائے کافروں کو مسلمان بنانے کا فن بھی آ جائے۔ اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کا فن بھی آ جائے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش کرنے کا فن بھی آ جائے اور آخرت کی بخشش کا فن بھی آ جائے اور خوشی خوشی اللہ کے حکم سے جنت میں جانے کا فن بھی آ جائے۔ آمین ثم آمین

(جاری ہے)

ڈاکٹر غلام جیلانی برقؔ

دل کی دنیا ایک ایسی پر اسرار دنیا ہے جس کی واردات و کیفیات کا ادراک ہماری عقل نارسا
ں کر سکتی۔ یوں تو کائنات میں اور بھی ایسی بے شمار اشیا موجود ہیں جو ہمارے فہم سے وراتر ہیں
عقل، نظر، زمانہ، شعور، تحت الشعور، وجدان وغیرہ۔ لیکن ہم ان کے وجود کا انکار نہیں کرتے
ر اپنی نافہمی کا اعتراف کر لیتے ہیں۔ دوسری طرف جب کوئی خدا رسیدہ انسان ہم سے نور و سرور،
ود مستی، غیبی طاقتوں اور آوازوں کا ذکر کرتا ہے تو ہم اسے خبطی سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں،
الانکہ دنیا کے بڑے بڑے اخلاقی و سیاسی انقلابات انہی "دیوانوں" کے پیدا کردہ تھے۔ یہ ایک
سلمہ حقیقت ہے کہ جب تک کسی جذبہ میں شدت کی جنبش یا حرکت پیدا نہ ہو، انسان کوئی غیر
معمولی کارنامہ دکھا ہی نہیں سکتا۔ چنگیز و سکندر کی نام آوری کا سبب ان کا جذبہ ملک گیری تھا۔ برلا
ر ڈالمیا کے تمول کا محرک خوف افلاس تھا اور بڑے بڑے اہل قلم کی تخلیقات یا تو جذبہ شہرت کا
تیجہ تھیں یا جذبہ اصلاح و تجدید کا۔ جب تک ایک آدمی عقل کے زیر اثر رہتا ہے تو وہ ہر اقدام
سے پہلے سود و زیاں کا اندازہ لگاتا، خطرات کا جائزہ لیتا اور ہر قدم پھونک پھونک کر رکھتا ہے ایسا آدمی
عموماً بزدل اور بے کار سمجھا جاتا ہے، لیکن جب کسی شخص پر کوئی جذبہ غالب آ جاتا ہے تو اس سے
غیر معمولی اعمال سرزد ہونے لگتے ہیں۔ عشق میں فرہاد نے تنہا پہاڑ کھود ڈالا تھا۔ ایڈورڈ ہفتم نے
تخت چھوڑ دیا تھا۔ غصے کی حالت میں کسی دوسرے کو قتل کر دینے کے واقعات آئے دن دیکھنے اور
سننے میں آتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر ہمارے شعرا، اولیاء اور مصلحین زبردست حساس اور
"جذباتی" نہ ہوتے تو غالباً ان کے کارناموں پر دنیائے انسانی یوں نازاں نہ ہوتی، جب ان دیوانوں
پر کوئی بری روح مساط ہو جاتی ہے، تو یہ چنگیز، ہلاکو، فرعون، قارون اور نمرود بن جاتے ہیں اور جب
ان پر کسی پاک و عظیم روح کا قبضہ ہو جاتا ہے تو یہ موسیٰ و ابراہیم، سقراط، افلاطون، اقبال و گوئٹے
اور حسین و حیدر کی صورت میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔

اچھی اور بری روح کا تسلط

گو ہماری محدود عقل اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہے لیکن لاکھوں انسانوں کا مشاہدہ و تجربہ

شاہد ہے کہ بعض اوقات اچھی یا بری ارواح دماغ پر قابض ہو جاتی ہیں' ہاتھ پاؤں مڑ جاتے ہیں۔ منہ سے ڈراؤنی چیخیں نکلتی ہیں' چہرہ بھیانک بن جاتا ہے' اور آنکھوں سے آگ برسنے لگتی ہے' ایسا آدمی یا تو مہمل جملے منہ سے نکالتا ہے یا عربی' فارسی' انگریزی وغیرہ کی عبارتیں پڑھنا شروع کر دیتا ہے' اور یا بیہوش ہو جاتا ہے۔ اس صورت حال کو جن پڑ جانا کہتے ہیں۔ اس حملے کے دوران جو جملے مریض کے منہ سے نکلتے ہیں وہ اس کے اپنے نہیں ہوتے بلکہ اس روح کی کارستانی ہوتی ہے جو دماغ پر چھا جاتی ہے۔ اس صورت حال کا ایک ناقص سا منظر اس لڑکی میں بھی نظر آتا ہے جسے ہپنا ٹزم کا ماہر بے ہوش کر کے اپنا ارادہ اس پر مسلط کر دیتا ہے' اور وہ لڑکی اس کی خواہش کے مطابق بولتی' ہاتھ پاؤں ہلاتی' بلکہ کسی سہارے کے بغیر ہوا میں معلق ہو جاتی ہے۔ مجھے اس طرح کے کئی مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ 1918ء میں ایک طالب علم کو دیکھا کہ حملے کے دوران اس کے ہاتھ پاؤں مڑ گئے' وہ بار بار چیخیں مارتا اور ساتھ ہی ایسی زبانوں کی عبارتیں پڑھتا جن سے وہ ناآشنا تھا۔ 1934ء میں ہوشیار پور کے ایک سینما ہال میں بنگال کے ایک پروفیسر نے ایک لڑکی کو اسٹول پر کھڑا کر کے پہلے بے ہوش کیا' اس کے بعد وہ اسٹول کھینچ لیا اور وہ لڑکی ہوا میں معلق ہو کر رہ گئی۔ گورنمنٹ کالج کیمبل پور کے ایک لیکچرار 1958ء میں کراچی گئے اور وہاں انہیں دل ڈوبنے کے دورے پڑنے لگے' جب طبی علاج ناکام ہو گیا تو کسی نے ایک ایسی خاتون کا پتہ دیا جو ارواح کو طلب کر سکتی تھی چنانچہ یہ اس خاتون کے پاس گئے اس نے انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور کہنے لگی میں خود تو کچھ نہیں جانتی البتہ اتنا کر سکتی ہوں کہ کسی بڑے طبیب یا ڈاکٹر مثلاً "بقراط' بو علی سینا وغیرہ کی روح کو طلب کر لوں اور آپ اس سے مشورہ لے لیں۔ اس وقت ان کے ساتھ ایک ایسے صاحب بھی تھے جو پامسٹری میں دلچسپی رکھتے تھے۔ انہوں نے اصرار کیا کہ سب سے پہلے پامسٹری کے مشہور ماہر کیرو کی روح کو طلب کیا جائے۔ چونکہ وہ خاتون روح کے تسلط سے بے ہوش ہو جاتی تھی اور اس کا پورا جسم چور ہو جاتا تھا اس لئے اس نے کہا کہ وہ ایک دن میں صرف ایک ہی روح کو طلب کر سکتی ہے۔ فیصلہ یہی ہوا کہ اس روز کیرو کی روح کو بلایا جائے۔ اس کے بعد ہوا یہ کہ اس خاتون کے کہنے پر پروفیسر کے ساتھی نے اپنی ہتھیلی میز پر رکھ دی۔ اور وہ خاتون بے ہوش ہو گئی۔ اس حالت میں اس کے منہ سے چھ سات منٹ تک ایک تقریر جاری رہی' جس کی ابتدا یوں ہوئی۔

"گڈ مارننگ ایوری باڈی اکیرو سپیکنگ"

Goodmorningeverybody Chairospeaking

اور اس کے بعد ہاتھ کی تمام لکیروں پر سیر حاصل بحث کی آخر میں کہا۔

"گڈ مارننگ"

اور پسینے میں ڈوبی ہوئی خاتون دوبارہ ہوش میں آ گئی۔

ان واقعات پر علم و عقل کی روشنی میں بحث ناممکن ہے۔ عقل انہیں کوئی اہمیت نہیں دیتی۔ لیکن یہ ایسے ٹھوس واقعات ہیں جو تخلیق آدم سے آج تک لاتعداد انسانوں کے مشاہدہ میں آ چکے ہیں۔ ان انسانوں میں اولیا انبیاء تک شامل ہیں اور ہم اس قیاس آرائی پر مجبور ہیں کہ کائنات میں کچھ ایسی خفیہ طاقتیں موجود ہیں جو انسانی دماغ کو اپنے بس میں کر لیتی ہیں۔ طاقتیں بری بھی ہیں اور اچھی بھی۔ بری طاقتوں کو اصطلاحاً جن یا شیطان کہا جاتا ہے اور اچھی کو فرشتہ ایک رسول کی وحی بھی کچھ اسی طرح کی ہوتی ہے کہ ایک مقدس فرشتہ پیغمبر کے دماغ اور زبان کو اپنے بس میں کر لیتا ہے اور اس وقت اس کے منہ سے ایسے کلمات نکلتے ہیں جو پیغمبر کے اپنے نہیں ہوتے بلکہ اس فرشتے کے ہوتے ہیں ہمارے حضور ﷺ کی وحی کے متعلق قرآن میں کچھ اسی قسم کی بات کی گئی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے۔

انه لقول رسول کریم ذی قوه عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین وما صاحبکم مجنون ولقد راه بالافق المبین وماهو علی الغیب بضنین وما هو بقول شیطن الرجیم (تکویر)

ترجمہ! "یہ قرآن ایک جلیل و بزرگ فرشتے کا کلام ہے جو صاحب قوت ہے رب العرش کے پاس مقیم ہے۔ آسمانوں میں اس کی اطاعت کی جاتی ہے۔ جو بے حد دیانت دار ہے تمہارا نبی کسی جن کے زیر اثر یعنی مجنون نہیں۔ تمہارے رسول نے اس بزرگ فرشتے کو ایک روشن افق پر دیکھا یہ فرشتہ امور غیب کو بتانے میں بخل سے کام نہیں لیتا اور یہ قرآن کسی مردود شیطان کا کلام نہیں"

دماغ پر فرشتے کے اس شدید تسلط کا سلسلہ وحی کے خاتمہ کے ساتھ ختم ہو چکا ہے' اور تسلط

جن کے واقعات اس قدر شاذ و نادر ہیں کہ قابل توجہ نہیں، البتہ خفیہ طاقتوں کے دوامی اور ہمہ گیر تسلط کو ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔ ہمیں اپنے ارد گرد دو قسم کے انسان نظر آتے ہیں ایک وہ جو نیکی کی سیدھی راہ پر چل رہے ہیں۔ ان کے سینے سرور و اطمینان سے لبریز ہیں اور ان کا دماغ خوف و اضطراب سے آزاد۔ ان کے ہر اقدام کا نتیجہ کامرانی و مسرت ہے۔ ان کے دماغ میں جو اسکیم یا منصوبہ آتا ہے وہ خود ان کے لئے اور دوسروں کے لئے منفعت بخش ہوتا ہے اور دوسری طرف ایسے لوگ بھی ہیں جن کا معمول جھوٹ، فریب، بددیانتی اور فتنہ انگیزی ہے اور ان کے دماغ میں جو اسکیم یا تجویز آتی ہے، وہ خود ان کے لئے اور دوسروں کے لئے نقصان رساں ہوتی ہے۔ ان دونوں طبقوں کو دیکھ کر یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اول الذکر افراد کو کسی ایسی خفیہ روح کی رہنمائی حاصل ہے جو ان کے دماغ میں صرف نیک ارادے اور تجاویز ڈالتی ہے اور دوسرے طبقہ پر کوئی خبیث روح مسلط ہے جو اسے ہمیشہ بدکاری اور بداندیشی کی ترغیب دیتی ہے۔ پہلے طبقے سے لوگ محبت کرتے ہیں اور دوسرے سے نفرت ان دونوں طبقوں کی اس دماغی کیفیت کے متعلق کچھ ارشادات قرآن حکیم میں بھی ملتے ہیں۔ مثلاً"

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملٰئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا۔

(سجدہ)

ترجمہ! "جو لوگ اللہ کو اپنا رب مان کر اس راہ پر عزم و استقلال سے چل پڑتے ہیں ہم ان پر فرشتے نازل کرتے ہیں جو انہیں یہ بشارت دیتے ہیں کہ خوش ہو جاؤ کہ اب خوف و خطر کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی"۔

غور فرمایئے کہ شہد کی مکھی کس صناعی و چابک دستی سے چھتہ تیار کرتی اور اس میں شہد بھرتی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مکھی کو یہ فن کس نے سکھایا؟ قرآن کہتا ہے کہ واوحینا الی النحل کہ اللہ نے اسے بذریعہ وحی اس ہنر کی تعلیم دی۔

معلوم ہوتا ہے کہ سوچنا اور سوجھنا کسی خارجی خفیہ طاقت کے تصرف سے عمل میں آتا ہے۔ بدکاروں کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

استحوذ علیھم الشیطٰن فانساھم ذکر اللہ (مجادلہ)

ترجمہ! "بدکاروں پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے جو انہیں اس سے بالکل غافل کر دیتا ہے"۔

اس سے واضح تر آیت یہ ہے

والذین کفروااولیاءھم الطاغوت یخرجونھم من النورالی الظلمات (بقرہ)

ترجمہ "سیہ کار لوگوں کی دوستی شیاطین سے ہو جاتی ہے جو انہیں نور کی دنیا سے نکال کر اندھیرے کی طرف سے لے جاتے ہیں"۔

یہ "اندھیرے کی طرف لے جانے" کی تاویل یہی ہے کہ شیاطین ان سیہ کاروں کے دماغ میں برے ارادے ڈالتے ہیں۔

ڈاکٹر ہٹی کا تجربہ

امریکہ کے مشہور پروفیسر ولیم جیمز اپنی کتاب میں ڈاکٹر ہٹی کا تجربہ یوں بیان کرتے ہیں۔

"میرا تجربہ یہ ہے کہ خدا پر بھروسہ رکھنے والا تمام خطرات سے محفوظ گزر جاتا ہے۔ عین ضرورت کے وقت کوئی شخص پردہ غیب سے آ کر معاون بن جاتا ہے...... جس طرف جانا خطرناک ہو' اس طرف خود بخود رکاوٹیں کھڑی ہو جاتی ہیں اور جو چیز مفید ہو' اس کی راہ سے تمام رکاوٹیں از خود ہٹ جاتی ہیں۔ عین وقت پر کوئی کام کرنے کی ہمت پیدا ہو جاتی ہے' یا غیب سے ایسی تجویز دماغ میں آتی ہے جو مفید ہو..... ایسے آدمی کو یقین ہوتا ہے کہ وقت آنے پر کام خود بخود ہو جائے گا"۔

عین وقت پر کوئی نئی تجویز سوجھ جانا مقالہ یا نظم لکھتے وقت دماغ میں کوئی نکتہ یا خیال آجانا ایسے واقعات ہیں جو ہر صاحب قلم کو عموماً پیش آتے رہتے ہیں۔ یہ نئے خیالات کہاں سے آتے ہیں؟ اور انہیں دماغ میں کون ڈالتا ہے؟ ان سوالات کا جواب ایک ماہر نفسیات یہ دے گا کہ یہ سب کچھ دماغ کی کارستانی ہے اور ہمارے صوفیاء یہ کہیں گے کہ خیالات عقل کی تخلیق ہیں اور عقل پر ایک خفیہ طاقت ہر وقت مسلط رہتی ہے۔ اگر یہ طاقت اچھی ہو تو تخلیقات عقل اچھی ہوں گی ورنہ بری۔ صوفیا یہ بھی بتاتے ہیں کہ ایک آدمی کے دماغ پر شیطان اور فرشتہ بہ یک وقت اثر ڈالتے رہتے ہیں۔ فرشتہ اللہ کی طرف بلاتا ہے اور شیطان بدی کی ترغیب دیتا ہے۔ اثر اندازی کا یہ مقابلہ یوں جاری رہتا ہے اگر یہ آدمی اللہ کا ہو جائے تو شیطان مایوس ہو کر اسے چھوڑ جاتا ہے اور اگر یہ مائل بہ شر ہو جائے تو پھر فرشتہ رخصت ہو جاتا ہے۔

ارا

انیسویں صدی کے مغربی سائنس دانوں کا خیال یہ تھا کہ کائنات کے اس عظیم کارگاہ کے پیچھے کوئی دماغ کار فرما نہیں، بلکہ بجلی کے مثبت و منفی ذرات جن سے یہ کائنات تعمیر ہوئی، اتفاقاً پیدا ہو گئے تھے۔ ان گنت صدیوں کی تعمیر و تخریب کے بعد یہ مہ و انجم اور یہ کہسار و چمن از خود وجود میں آ گئے تھے۔ یہ موسموں کا تغیر و تبدل اور یہ نور و ظلمت کا حیرت انگیز نظام، محض اتفاق ہے۔ بیسویں صدی میں جب سائنس نے کتاب کائنات کے چند اور اوراق الٹے اور فطرت کے ہر پہلو میں اسے کمال ہی کمال نظر آیا، کہیں کوئی بد نظمی اور نقص دکھائی نہ دیا تو سائنس دان سوچنے لگے کہ تخلیق و تدوین کے یہ کرشمے اتفاقیہ نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ پروفیسر ولیم میکبر ایڈ نے کہا۔

"کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ کائنات میں نظم و توازن برقی ذرات کی اتفاقیہ ترکیب و آمیزش سے پیدا ہو گئی تھی؟ کیا کوئی چشمہ اپنے منبع سے اونچا جا سکتا ہے؟"

آئن سٹائن لکھتا ہے

ترجمہ! "کائنات پر ایک دماغ حکومت کر رہا ہے' اس سے بحث نہیں کہ وہ دماغ ریاضی دان کا ہے یا آرٹسٹ یا شاعر یا سب کا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو ہماری حیات کو پر معنی بناتی' کاروبار زندگی میں جان ڈالتی' امیدوں کو ابھارتی' اور جہاں علم ناکام ہو جائے وہاں ہمارے ایمان کو مستحکم بناتی ہے"۔

اٹھارھویں صدی کا ایک صاحب نظر ڈرہم لکھتا ہے

"آغاز سے اب تک جتنے انسان پیدا ہوئے' سب کے چہرے الگ الگ تھے' اور اس میں یہ حکمت ہے کہ اگر سب کے چہرے یکساں ہوتے تو قطعاً معلوم نہ ہو سکتا کہ باپ کون ہے اور بیٹا کون' افسر کون ہے اور ماتحت کون' فلاں عورت کا شوہر کون ہے اور بھائی کون؟ ہر چیز کا ہر شخص مالک بن بیٹھتا۔ چہروں کا یہ اختلاف بہت بڑی حکمت کا حامل ہے اور اس کا انتظام کوئی ایسی ہستی کر رہی ہے جس کی دانش کا کوئی کرانہ نہیں"۔

جو خدا کائنات کے ہر شعبے کا انتظام کر رہا ہے' سیاروں کو ان کی معینہ گزر گاہوں پر چلا رہا ہے' سمندروں کا کروڑوں ٹن پانی ہوا کے کندھوں پر لاد کر ہمارے کھیتوں پر برسا رہا ہے۔ پھولوں کو رنگ و بو دے رہا ہے' وہ انسانی احوال و معاملات پر بھی یقیناً اثر انداز ہو گا۔ جس طرح مکھی کے انڈے سے آج تک مچھر پیدا نہیں ہوا' اور آک کے ساتھ آج تک۔ آم نہیں لگے' اسی طرح انسان کی

ں تاریخ میں بدکاری کا نتیجہ آج تک اچھا نہیں ہوا اور نہ نیکی کا انجام کبھی خراب رہا۔ ہر عمل
ے ساتھ ایک نتیجہ بندھا ہوا ہے بلندی سے گرنے کا نتیجہ چوٹ' آگ میں ہاتھ ڈالنے کا جلن'
ستی کا رسوائی' محنت کا سربلندی ہے۔ وقس علی ہذا۔ ہم اعمال کے انتخاب میں تو آزاد ہیں لیکن
ئج بھگتنے پر مجبور ہیں۔ ہم ان نتائج کو کسی چال یا فریب سے نہیں ٹال سکتے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ
نتائج کہاں سے آتے ہیں؟ انہیں اٹل کس نے بنایا؟ ازل سے اب تک ان میں یکسانیت کیوں
ے؟ جواب ایک ہی ہے کہ جو طاقت مچھر اور مکھی تک کی نگرانی کر رہی ہے' وہ انسانی اعمال و افعال
ے غافل نہیں ہو سکتی۔ اس طاقت کے ساتھ تعلق قائم کرنے سے انسان عظیم بن جاتا ہے اور اس
ے بچھڑ جائے تو حقیر و ذلیل رہ جاتا ہے۔

لٰہ سے رابطہ

جس طرح انسانی تعلقات کے کئی درجے ہیں' مثلاً" پہلے شناسائی' پھر دوستی' پھر گہری محبت اور
خر میں عشق' اسی طرح اللہ تعالیٰ سے تعلقات کے کئی مراحل ہیں۔ پہلے ترک گناہ' پھر بلند
ں' پھر شب بیداری اور آخر میں فنافی الذات' لیکن میں آپ کو اس کٹھن سفر میں بہت دور نہیں
ے جانا چاہتا۔ صرف پہلی منزل کی ہی سیر کرانا چاہتا ہوں۔ اللہ سے رابطہ پیدا کرنے کی بنیادی شرط
ہے کہ انسان گناہ کو چھوڑ دے۔ جھوٹ' فریب' فحش کاری' بددیانتی' بے رحمی' رعونت' لالچ اور
ر رذائل کو ترک کرنے کے بعد دوسرا قدم یہ اٹھائے کہ اعمال و خیالات میں بلندی و پاکیزگی پیدا
رے۔ اس اقدام کا فائدہ یہ ہو گا کہ دماغ خوف و خطر سے آزاد ہو جائے گا۔ نہ دنیا میں کسی محاسبے
ڈر رہے گا اور نہ آخرت میں۔ نگاہ میں رجائیت آ جائے گی۔ یہ دنیا جو بدکاروں کے لئے آنسوؤں
ایک وادی ہے' حسین و جمیل نظر آنے لگے گی۔ حرص ناپید ہو جائے گی۔ دنیوی لذات حقیر
وم ہونے لگیں گی۔ دنیائے دل بے نیازی سے معمو ہو جائے گی اور تسلیم و رضا کی نعمت مل
ئے گی۔ اس کائنات پر ایک سرسری سی نظر ڈالنے کے بعد یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ اللہ جو کچھ
ا ہے ہماری بہتری کے لئے کرتا ہے۔ اس کی گھٹائیں ہماری کھیتیوں کے لئے اور ہوائیں رشتہ
ت قائم رکھنے کے لئے ہیں۔ اس کے آفتاب ہمارے پھل پکا رہے ہیں۔ اس کے ماہتاب ہماری
ں کو حسین اور پر سکون بنا رہے ہیں۔ اس کی زمین ہمارا بسیرا' ہمارا ذخیرہ خانہ اور ہماری سیرگاہ

ہے۔ اگر اللہ کی ہر تخلیق اس کا ہر اقدام اور ہر فعل ہمارے فائدے کے لئے ہے تو کیا ہمارے لئے یہ بہتر نہیں کہ ہم اپنے آپ کو اس کے سپرد کردیں اور دکھ اور سکھ دونوں کو نعمت سمجھ کر قبول کر لیں۔ ہم آئے دن ریلوں' موٹروں اور کشتیوں میں سوار ہونے کے بعد اپنے آپ کو ملاحوں اور ڈرائیوروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتے ہیں / خیال یہ ہوتا ہے کہ ملاح ہوشیار ہے پر خطر مقامات سے آگاہ ہے۔ وہ ہماری کشتی کو ساحل تک بہ حفاظت پہنچادے گا۔ یہ دنیا بھی ایک سمندر ہے جس میں زندگی کی نیا رواں ہے' ہمار کھیون ہار اللہ ہے' وہ راہ کی چٹانوں سے واقف اور منزل سے شناسا ہے' اس پر بھروسہ کیجئے' اپنے آپ کو اس کے حوالے کردیجئے' آپ پر کوئی زد نہیں پڑے گی اور اس تسلیم و رضا سے آپ کی زندگی مسرور و مطمئن اور سرمدی بن جائے گی۔

مارکس ایلیس کی یہ صدا کتنی روح افزا ہے

"اے رب! جو کچھ تجھے پسند ہے۔ تیرے ہر عمل میں مجھے بہتری نظر آتی ہے۔ تو جس چیز کے لئے جو وقت مقرر کرے وہ بالکل درست ہے۔ تیرے طمانچے مجھے ماں کے تھپک معلوم ہوتے ہیں۔ تمام اشیا کا وجود تجھی سے ہے۔ تو ہی سب کا مبدا و منتھا ہے۔

اے رب!

یہ حسین کائنات تیری بستی ہے"۔

وجد و کیف

انسانی دماغ پر مختلف کیفیات طاری ہوتی رہتی ہیں۔ کیفیت کی ایک قسم وہ ہے جو اچھا نغمہ سن کر پیدا ہوتی ہے۔ ایک وہ جو عمدہ شعر سے طاری ہوتی ہے۔ ایک وہ جو مشاہدہ جمال و تماشائے حسن سے پیدا ہوتی ہے' اور ایک وہ جو ذکر الٰہی سے جنم لیتی ہے۔ اس کیفیت کا رنگ ہی جداگانہ ہے۔ یہ تمام دیگر کیفیات سے عمیق اور دیرپا ہوتی ہے ذکر الٰہی بظاہر اسمائے الٰہی کی تکرار ہے لیکن در حقیقت یہ روح کا سفر ہے' منبع نور و قوت کی طرف۔ یہی وہ سفر ہے جو روح میں بالیدگی و وسعت پیدا کرتا ہے روح میں یقین و ایمان کی حرارت پیدا ہوتی ہے اور کائنات کے جسم میں ایک روح عظیم رواں دواں نظر آنے لگتی ہے۔ اس کے بعد پہاڑوں کے ان بلند و پست سلسلوں اور ستاروں کی بکھری ہوئی محفل میں چشم وجدان ایک ایسا رشتہ وحدت دیکھ لیتی ہے جو زمان و مکان کی تمام تفریقات کو

ہے اس وجدان کے مقابلے میں عقل ایک نہایت ادنی اور سطحی چیز ہے۔

فرانسس تھامپسن کیا خوب فرماتے ہیں

"مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے اردگرد ایک روحانی عالم بھی موجود ہے۔ جس طرح ہم میں ایک پست سطح ہوتی ہے، جسے تحت الشعور کہتے ہیں اسی طرح ایک بلند تر سطح بھی ہے جو عقل و خرد کے ادراک سے باہر ہے اور جسے روحانی عالم کہنا زیادہ موزوں ہو گا۔ ہماری روح کی تسکین کا سرچشمہ یہی عالم ہے اور اسی بلند سطح پر پہنچ کر ہمیں اپنی غیر معمولی طاقتوں کا احساس، اور اپنے لافانی ہونے کا یقین حاصل ہوتا ہے"

پروفیسر ولیم جیمز کیا پتے کی بات کہتے ہیں۔

"میں یوں محسوس کرتا ہوں کہ اس دنیا سے پرے بھی ایک دنیا ہے جس کی سرحدیں اس دنیا سے ملی ہوئی ہیں۔ ہمارے بلند مقاصد و تحریکات وہیں سے آتے ہیں۔ ہماری زندگی اسی سے متاثر ہوتی ہے اور یہ تاثر ہمارے اعمال و افکار میں عظیم انقلاب پیدا کر دیتا ہے۔ مذاہب اس فوق الفطرت سرچشمہ قوت کو خدا کہتے ہیں۔ خدا ایک ایسی ہستی ہے جو ہمارے اعمال پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اگر آسمانوں میں کوئی ایسا خدا بھی موجود ہے، جو ہمارے شخصی معاملات سے بے نیاز ہے تو وہ بیکار محض ہے اور ہمیں اس کی قطعاً" ضرورت نہیں"۔

تصریحات بالا کا ماحصل یہ ہے کہ خدا سے رابطہ قائم کرنے اور اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دینے کے بعد دل میں آسمانی سکون پیدا ہو جاتا ہے۔ انسان کو اپنی غیر معمولی طاقتوں کا احساس ہونے لگتا ہے۔ بہارستان کائنات کی ہر روش پر کسی کے لطیف قدموں کی چاپ سنائی دیتی ہے۔ کثرت میں وحدت نظر آنے لگتی ہے اور کچھ خفیہ طاقتیں ہمارے پاکیزہ ارادوں کی تکمیل میں ہماری معاون بن جاتی ہیں۔ عقل شاید کسی منزل پر بھی میری تائید نہ کرے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر عقل واردات دل سے ناآشنا رہے تو راز زندگی کو قطعاً" نہ پا سکتی۔ بقول اقبال"

یہ عقل جو مہ و پرویں کا کھیلتی ہے شکار
شریک شورش پنہاں نہیں، تو کچھ بھی نہیں

وحدت ملت

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک

اللہ رب العزت نے ہمیں وحدت ملی کا ایک طریقہ بتایا ہے کہ اگر تم اپنی ملت میں وحدت واتحاد کا بول بالا کرنا چاہتے ہو تو اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو تو پھر تم باہمی تفرقہ سے بچ جاؤ گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

(ترجمہ) اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تم پھوٹ نہ ڈالو۔ (آل عمران۔ 103)

اس آیت مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی رسی یعنی قرآن مجید کو چھوڑ دیا تو پھر تم گروہی تعصب کا شکار ہو جاؤ گے اور تم میں دینی، علاقائی، لسانی، الغرض ہر قسم کے فرقے بن جائیں گے۔

ہر قوم کی ایک اساس ہوتی ہے مثلاً مغرب کو لیجئے وہاں کے ڈھانچے کی اساس رنگ نسل اور علاقے کی بنیاد پر ہے، اس کے برعکس مسلم قوم کی اساس صرف اور صرف دین اسلام ہے۔ بقول علامہ محمد اقبالؒ

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تیری

مسلمان قومیت کی اصل بنیاد دین اسلام ہے، یہی بات آج سے تقریباً 50 سال قبل دو قومی نظریے کی صورت میں کہی گئی یعنی مسلمانوں کا اپنا علیحدہ تشخص ہے اپنا علیحدہ مذہب ہے اور جو لوگ دین اسلام کے پیرو کار نہیں وہ ایک الگ قوم ہیں۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم اپنی نئی نسل کے سامنے دو قومی نظریہ کی اساس اول، اللہ کی رسی یعنی (قرآن مجید) تھا اور جسے ہمیں مضبوطی سے پکڑنا چاہیے تھا لیکن ہم اسے مضبوطی سے نہ پکڑ سکے جس کا نتیجہ انتشار و افتراق کی صورت میں سامنے آیا۔ قرآن مجید سے دوری کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں۔

اولاً جہالت دوم بغاوت۔ جہالت بے علموں کا عمل ہے جب کہ بغاوت تو عالم کیا کرتے ہیں۔

جہالت یہ ہے کہ قرآن پاک کو سمجھا ہی نہیں کیونکہ قرآن مجید کے نزول کا حقیقی مقصد اسے پڑھنا، سمجھنا، اسے ماننا اور اس پر عمل کرنا تھا۔ اسے پڑھے اور سمجھے بغیر ماننا اور عمل کرنا ممکن ہی نہیں اگر کوئی شخص کسی کتاب کو پڑھے بغیر اس کے متعلق کہے کہ میں اسے سمجھتا ہوں اور مانتا ہوں تو اس نے کیا سمجھا اور کیا مانا؟

قرآن پاک اللہ کا پیغام ہے جو محمد ﷺ کی وساطت سے ہم تک پہنچا ہے اور تمام مسلمان اس
کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے پابند ہیں' وہ نیکی کی تلقین کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور
اس کے لئے انہیں اپنے جان و مال کی قربانی بھی دینا پڑے تو دریغ نہیں کرتے۔ جو لوگ اس طرح کا
مقصد لے کر اکٹھے ہوتے ہیں وہ ایک امت کہلاتے ہیں اور جو اس مقصد سے برات کا اظہار کرتے
وہ امتی کہلانے کے لائق نہیں رہتے۔ قرآن کو چھوڑ دینے سے ایک مشترکہ مقصد فوت ہو جاتا ہے۔
اب دیکھیں کہ ترک قرآن یعنی قرآن کو چھوڑ دینے سے کیا مراد ہے؟

اس کی ایک شکل تو یہ ہے کہ قرآن مجید کے متعلق یہ دعویٰ کیا جائے کہ ہم نے اسے مان لیا ہے
لیکن کبھی اسے پڑھنے اور سمجھنے کی نوبت نہ آئے جب کہ قرآن مجید اپنے نزول کا مقصد خود بیان کرتا ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"یہ کتاب مبارک ہے جو ہم نے تمہاری طرف اتاری ہے تاکہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور
عقل والے اس سے نصیحت حاصل کریں" (ص 29)

یعنی اس کتاب کو پڑھیں سمجھیں اور سوچیں پھر اس کے رنگ میں اپنی زندگیوں کو رنگ لیں۔
قرآن کے مقصد سے دوری درحقیقت قرآن سے دوری ہے۔ ہم ظاہری طور پر قرآن سے محبت کا دعویٰ
کرتے ہیں لیکن عملی طور پر اس کا حق ادا نہیں کرتے بغیر فکر و تدبر کے اسے پڑھ لیتے ہیں۔ دنیا کی کسی قوم
نے اپنی کتاب کے ساتھ ایسا مذاق نہیں کیا ہو گا جتنا ہم نے قرآن کے ساتھ کیا ہے' اسے مقصد حیات ماننے
کے باوجود اسے سمجھنے سے انکار کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ ایمان علم کے بغیر نامکمل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ
ہے۔

(ترجمہ) اس بات کا علم بیان کرو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ (محمد 19)

کلمہ توحید کے اقرار کے ساتھ اس کے حقیقی معنی و مفہوم سے آگاہی حاصل کرنا ضروری ہے۔
قرآن مجید کو ماننے کے ساتھ اسے جاننا بھی ضروری ہے۔ اب آیئے دوسری صورت دیکھتے ہیں کہ قرآن کو
بعض لوگوں نے جانا مگر بغاوت کی' اس کے ساتھ جفا کی۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے (ترجمہ) یہ فرقہ فرقہ صرف اس لئے ہوئے کہ ان کے پاس علم آگیا تو یہ ایک
دوسرے کے ساتھ سرکشی و بغاوت کے ساتھ پیش آئے۔ (الشوریٰ 14)

یعنی علم رکھتے ہوئے بھی انہوں نے حق کو چھپایا اور حق کے خلاف نئی نئی تاویلیں اور عقائد لے کر

آئے یعنی ایک نے ایک فرقہ بنالیا دوسرے نے دوسرا..... یقیناً تفرقہ کی بنیاد بھی قرآن سے دوری ہے۔ اس دوری کو ختم کرنے کی ضرورت ہے، فرقہ بندی کو ختم کرنا وحدت ملی کا محبوب نسخہ ہے۔ میں اکثر دوستوں سے کہا کرتا ہوں کہ اگر آپ اللہ کے دین کے ساتھ مخلص ہیں تو کچھ دن لگا کر عربی سیکھئے تاکہ براہ راست قرآن پاک سے فیض یاب ہوں۔ میں نے کئی لوگوں کو عربی زبان سکھائی۔ چند ہی ماہ میں اتنی استعداد پیدا ہو گئی کہ طالب علم قرآن مجید کو جہاں سے کھول کر پڑھتے وہ ان کو سمجھ میں آتا تھا۔ اس کے لئے ایک مہم چلائی جانا چاہیے کہ کم از کم وہ لوگ جن کو قرآن حفظ ہے وہی قرآن پاک کو سمجھ کر پڑھنا شروع کر دیں۔

میں نے خود اللہ رب العزت کے ساتھ ایک عہد کیا ہے کہ مرنے سے پہلے قریب قریب پانچ ہزار حفاظ قرآن کو اتنی عربی پڑھا دوں گا کہ جب وہ تلاوت کریں تو قرآن کے مفہوم و معنی سے آشنا ہوں۔ ہمیں چاہئے کہ مسجدوں میں قرآن فہمی کے حلقے قائم کریں اور میرا تجربہ یہ ہے کہ جب حافظ قرآن عربی زبان پر کامل دسترس رکھ کر قرآن پاک کی تلاوت کرے گا تو یہ قرآن اس کے اندر بجلی کی ایک لہر دوڑا دے گا، اس کی شخصیت بدل جائے گی۔ اگر ہم کم از کم پانچ ہزار لوگوں میں قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنے کی صلاحیت پیدا کر دیں تو اس کے اثرات پوری ملت اسلامیہ پر ظاہر ہونگے اور اہل علم میں سے ہر شخص اپنی جگہ پر یہ کام کر سکتا ہے۔

وحدت ملی کے لئے قرآن فہمی ایک اہم کام ہے کہ جب تک ہم قرآن کا قرب حاصل نہیں کریں گے دوبارہ اپنی بنیاد کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے جو اتحاد ملت کا اصل ذریعہ ہے اس وقت تک وحدت ملی ایک ایسا خواب ہے جس کی کوئی تعبیر نہ ہو۔

بعض دفعہ لوگ غلط فہمی کی بناء پر اختلاف رائے کو تفرقہ سمجھنا شروع کر دیتے ہیں لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے کیونکہ اختلاف رائے کی بنیاد علم ہے، جب کہ تفرقہ، جہالت اور بے علمی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اختلاف رائے کے نتیجہ میں فکر پیدا ہوتا ہے، ایک دوسرے کی رائے کا احترام پیدا ہوتا ہے، دوسرے کو قائل کرنے کا سلیقہ پیدا ہوتا ہے، یعنی اختلاف رائے ہونے کے باوجود ہم ہاتھ میں ہاتھ ڈالے اور کندھے سے کندھا ملا کر چل سکتے ہیں۔ ہمارا مقصد تو مشترک ہے لیکن اسے حاصل کرنے کے راستے مختلف ہو سکتے ہیں۔ مشترک مقصد یہ ہے کہ دین کے احکامات پر اسی طرح عمل کیا جائے جس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہے۔

صحابہ کرامؓ، تابعین عظام اور آئمہ کرام سبھی ادوار میں کچھ نہ کچھ اختلاف رہا۔ انہوں نے کبھی ایک دوسرے پر الزام نہیں دھرا اور نہ یہ کہا کہ فلاں فاسق و فاجر یا کافر ہے بلکہ وہ سب اختلافات کے باوجود آپس میں بھائی بھائی تھے۔

موجودہ دور کے علماء کرام کی خدمت میں بھی میری یہی گزارش ہے کہ وہ اختلاف اور تفرقہ بازی کے فرق کو ملحوظ خاطر رکھیں' اختلاف بے شک رکھیں لیکن تفرقہ بازی کو ہوا نہ دیں۔ یہ تفرقہ اس وقت ہوگا جب جہالت ہوگی یا جب ہم دین کے بنیادی مسائل کو چھوڑ کر فروعی مسائل میں الجھ جائیں گے یا جب ہم مسائل کی اپنی طرف سے غلط تاویل پیش کریں گے۔ اگر ہم نے تفرقہ بازی کو نہ چھوڑا تو یاد رکھیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو منہ دکھانا مشکل ہو جائے گا اور پھر تاریخ ہماری پیشانی پر شاید یہ کلمہ لکھے۔

حرم رسوا ہوا پیر حرم کی کم نگاہی سے

ہمیں دین کی اساس کی فکر کرنا چاہئے' ہمیں اس کی بنیاد مضبوط کرنا ہوگی' ہمیں دین کی جڑ کو سوکھنے سے بچانا ہوگا اور مسلمانوں کو مسلمانوں کی عظمت کا احساس دلانا ہوگا۔ رنگ' نسل' زبان اور ہر قسم کے تعصب سے بالا ہو کر۔

ہو قید مقامی تو نتیجہ ہے تباہی
رہ بحر میں آزاد وطن صورت ماہی
ہے ترک وطن سنت محبوب الٰہی
دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی

نبی اکرم ﷺ جب مکہ سے ہجرت کرنے لگے تو آپ نے ایک پہاڑی پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ "اے مکہ! تو مجھے ساری دنیا سے پیارا ہے لیکن اللہ کے دین کے لئے میں تجھے چھوڑ رہا ہوں کہ یہاں کے رہنے والے مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے"۔

آپ ﷺ نے دین کے لئے اپنی جائے پیدائش کو چھوڑ کر علاقائیت کے بت کو ہمیشہ کے لئے پاش پاش کر دیا۔ علامہ اقبال کہتے ہیں۔

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے "جب تک اس قوم کے دو طبقے درست رہیں گے یہ قوم راہ راست پر رہے گی۔ ایک علماء دوسرے امرا (یعنی حاکم طبقہ) اور جب یہ بگڑیں گے تو قوم بگڑ جائے گی"۔

جب علماء کرام دین کے اصل احکامات کو چھوڑ کر فروع میں الجھ جائیں یا خدانخواستہ ضمیر فروشی پر اتر آئیں تو تباہی و بربادی ان کا مقدر ہوگی اور دوسری طرف امراء یعنی حاکم طبقہ حق کو چھوڑ کر کرپشن اور بے راہ روی پر اتر آئے تو قوم کا وقار بچنا محال ہو جائے گا۔

حضور اکرم ﷺ نے خطبہ حجتہ الوداع کے آخر میں ارشاد فرمایا تھا (ترجمہ) کیا میں نے دین تم تک پہنچا دیا؟ سب نے کہا ہاں! یا رسول اللہ آپ نے دین ہم تک پہنچا دیا آپ ﷺ نے فرمایا (ترجمہ) میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ تم میں سے بعض بعض کی گردیں مارنے لگیں۔

(بخاری و مسلم)

اس حدیث مبارکہ میں ذکر ہے کہ "میرے بعد کافر نہ بن جانا" اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو قتل کرتا ہے تو پھر وہ مسلمان نہیں رہتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے (ترجمہ) جس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا' اس کا بدلہ جہنم ہے۔ (النساء 93)

واقعہ یہ ہے کہ جب ہم اللہ رب العزت کے احکامات سے روگردانی کرتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات نہیں مانتے' ماننا تو دور کی بات..... ہم انہیں پڑھتے ہیں نہیں۔ ہمیں اس بات کا احساس ہونا چاہئے کہ عنقریب ہمارا احتساب ہونے والا ہے اور جتنی جلدی ہمیں اس بات کا ادراک ہو گا ہمارے حق میں بہتر ہو گا جو لوگ فرقہ بندی کو ہوا دیتے ہیں۔ تفرقہ کا شکار ہیں۔ ان کے بارے میں اللہ رب العزت کا فرمان ہے۔ (ترجمہ) اے رسول! جن لوگوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور فرقہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ (الانعام ۔ 160)

ارشاد باری تعالیٰ ہے (ترجمہ) یہ لوگ قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم تم میں سے ہیں لیکن ایسا نہیں بلکہ یہ لوگ تفرقہ میں مبتلا ہیں۔ (التوبہ ۔ 6)

ہمارے علماء کرام کا فرض ہے کہ وہ صرف حق بیان کریں اور لوگوں کو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت سے آگاہ کریں ان کے اخلاق اور کردار کو اتنا مضبوط بنائیں کہ کوئی غیر مرئی طاقت بھی ان کی قوت میں شگاف نہ ڈال سکے کیونکہ دین و آخرت کی حقیقی کامیابی کے لئے وحدت بہت ضروری ہے۔ بقول اقبالؒ

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں بیرون دریا کچھ نہیں

ہم تمام مسلمانوں کو ایک مرتبہ پھر قرآن کی طرف رجوع کرنا چاہئے' اسے سیکھنا چاہئے' قرآن پاک کو سیکھنے کے لئے عربی زبان کا علم حاصل کرنا چاہئے۔ تاکہ حقیقی معنوں میں قرآن فہمی کا شعور پیدا ہو تاکہ علم کے ساتھ عمل کرنے میں آسانی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

زمان و مکان

احسن عظیم

قدیم تاریخ جو اب تک سامنے آ سکی ہے اس سے یہ اندازہ ہوا ہے کہ زمان و مکان کا فلسفہ ہر زمانے کے دانشوروں کے لئے توجہ کا مرکز رہا ہے۔ قدیم یونان کے فلسفیوں نے اس حوالے سے کئی نظریات پیش کئے۔ ان کے ایک گروہ کا عقیدہ تھا کہ زمانہ وجود نہیں رکھتا جب کہ ان میں سے بعض زمانہ کے وجود کے قائل تھے جو لوگ زمانے کے منکر تھے ان کے بقول زمانہ دراصل دو حرکتوں کے درمیانی فاصلے کا نام ہے اگر انسان کی مانند ایک ذی شعور اور حساس وجود اس فاصلے کا احساس کرے تو یہ فاصلہ اس کے لئے زمانے کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ دوسرے گروہ کے یونانی فلسفیوں نے زمانے کے وجود پر دلائل دیتے ہوئے یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ زمانہ TIME بہت چھوٹے چھوٹے ذرات پر مشتمل ہے۔ یہ ذرات اپنی ماہیت کے لحاظ سے اس قدر مختصر ہیں کہ ہمیں زمانے کی موجودگی کا احساس نہیں ہوتا اور ہمارے حواس خمسہ ان ذرات کا احساس کرنے پر قادر نہیں ہیں۔ ان فلسفیوں کے بقول زمانے کے ذرات مسلسل حرکت کر رہے ہیں۔ وہ ایک جانب سے آتے ہیں اور دوسری جانب چلے جاتے ہیں۔ زمانے کی دوسری قسم جسے ان فلسفیوں نے متعارف کرایا وہ غیر متحرک ہے۔ اس بے حرکت اور ٹھہرے ہوئے زمانے کو ابدیت کا نام دیا گیا۔ یونانی فلسفی اپنے نظریات کو فلسفہ اور منطق کے اصول سے ہی ثابت کرتے تھے۔ ان کے نزدیک تجربات یا مشاہدات کوئی اہمیت نہیں رکھتے کیونکہ ارسطو کا خیال تھا کہ صرف غور و فکر سے کائنات کے تمام قوانین دریافت کئے جا سکتے ہیں جنہیں مشاہدات کے ذریعے پرکھنا ضروری نہیں۔

قدیم یونانی فلسفہ کے عقیدے کے مطابق بے حرکت زمانے جسے وہ ابدیت کا نام دیتے تھے ان کے بقول دیوتاؤں کا زمانہ ہے اور متحرک زمانہ موجودات کا زمانہ ہے۔ چونکہ درخت جاندار اور انسان متحرک زمانے میں ہیں للذا ان میں تبدیلیاں واقع ہوتی رہتی ہیں اور کسی بھی صورت میں ان تبدیلیوں کو روکنا ممکن نہیں لیکن قدیم یونانی دانشور اس بات پر بھی یقین رکھتے تھے کہ اگر وہ حرکت والے زمانے میں واقع ہونے والی تبدیلیوں کو روکنے پر قادر ہو گئے تو وہ بھی دیوتاؤں کے ہم پلہ ہو جائیں گے۔ اس یونانی فلسفے کا پیش کار زنون ہے اس کے بعد اپیکورا اور دیوژن نے اس نظریئے کی

تائید کی۔ ان لوگوں نے رہبانیت پر زور دیا گوشہ نشینی اور دنیاوی علائق سے بیزاری ...

یونانی حکماء نے اپنے نظریات پیغمبران علیہم السلام کی تعلیمات سے اخذ کئے ...

سے انہیں پیچیدہ اور مبہم بنا کر اپنے شاگردوں میں منتقل کیا چنانچہ ان نظریات میں ...

حقیقت کی کمیابی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

بعد کے ادوار میں مغرب کے فلسفیوں اور دانشوروں اور سائنسدانوں کی بڑی تعداد ...

کے وجود کی منکر ہو گئی اور انیسویں صدی تک یہ انکار یورپ کے اکثر اسکالرز میں پیدا ہو گیا ...

لوگوں نے کہا کہ زمانہ TIME در حقیقت کوئی حیثیت نہیں بلکہ جو کچھ بھی ہے وہ مکان SPACE ...

ہے۔

ان ہی میں سے کچھ نے یہ نظریہ پیش کیا کہ مکان SPACE کی حیثیت مادے MATTER ...

مرہون منت ہے۔ اب یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوا کہ یہ ہوائی جہاز اور خلائی جہاز کہاں ...

پرواز کرتے ہیں؟ کیونکہ زمین کی فضا تک تو ذرات موجود ہیں لیکن اس سے آگے سائنسی تحقیق ...

ثابت کرتی ہے کہ فضا کا وجود نہیں ہے اور خلائی راکٹ زمینی فضا سے آگے جس SPACE میں ...

کرتا ہے وہ خلا ہے۔ وہاں زمینی فضا کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی سوائے شعاعوں کے وہاں مادے ...

کوئی آثار نہیں ملتے ایسے سائنسدان جو مکان SPACE کے وجود کے مخالف ہیں وہ اس ...

کہتے ہیں کہ یہ خلا جس میں راکٹ پرواز کرتے ہیں ایٹم کے مرکزے اور الیکٹرانوں کے درمیان ...

فاصلے کی مانند ہے۔ ان کے بقول ایٹم اور الیکٹرانوں کے درمیان فاصلے کی لمبائی کو سورج اور ...

سیاروں کے درمیانی فاصلے سے نسبت ہے۔ یوں انہوں نے اپنے نظریئے کو ثابت کرتے ہوئے ...

کہ جو فاصلہ زمین اور سورج یا زہرہ اور سورج کے درمیان موجود ہے دراصل مادے ...

اس کے جز و مادہ ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ قوت جاذبہ GRAVITATIONAL FORCE ...

سے گزرتی ہے۔

اٹھارویں صدی عیسوی سے ہی سائنسدان اس مفروضے تک پہنچ گئے تھے کہ مادہ اور توانائی ...

ایک ہی چیز کے دو رخ ہیں لیکن مادے کی خصوصیات کو توانائی کی خصوصیات سے مختلف ...

آج کے دور میں جدید فزکس میں مادے اور توانائی کی تعریف اس قدر مشکل ہو گئی ہے کہ ...

حتمی طور پر نہیں بیان کی جاسکتی کہ مادہ کیا ہے اور توانائی کیا ہے؟

1976ء میں ڈنمارک کے ایک سائنسدان کرسٹسن روئمر نے یہ خیال پیش کیا تھا کہ روشنی
محدود لیکن نہایت تیز رفتار ہے۔ روشنی کس طرح پھیلتی ہے اس کے متعلق 1865ء تک کوئی
نظریہ موجود نہیں تھا پھر برطانوی ماہر طبعیات میکسوئل نے اپنی ریاضیاتی تعدیل کے ذریعے
کیا کہ مجموعی برقی مقناطیسی میدان میں لہروں کے اضطراب DISTURBANCE
WAVELK پیدا ہو سکتے ہیں جو تالاب کی لہروں کی مانند ایک مقررہ رفتار سے آگے بڑھیں گے۔
ان لہروں کی WAVELENGTH ایک میٹر یا اس سے زیادہ ہو تو وہ موجودہ اصطلاح میں ریڈیائی
کہلائیں گی۔ چھوٹے طول موج کی لہریں جو چند سینٹی میٹر کی ہوں MICROWAVE اور جو
سینٹی میٹر کے دس ہزارویں حصے سے زیادہ کی ہوں INFRA RED کہلاتی ہیں۔ یاد رہے قابل
روشنی کا طول موج ایک سینٹی میٹر کے صرف چار کروڑ سے آٹھ کروڑویں حصے کا اثر ہوتا ہے۔
چھوٹے طول موج کی لہریں الٹراوائلٹ' ایکس ریز اور گاما ریز وغیرہ کہلاتی ہیں۔

میکسوئل کے نظریئے کے تحت ریڈیائی یا روشنی کی لہروں کو ایک خاص اور مقررہ رفتار پر سفر
کرنا چاہئے۔ مگر اس سے قبل چونکہ نیوٹن نے اپنے مفروضے میں زمان مطلق TIME
ABOSULT کو پیش کرنے کے بعد ABSOLUTE REST کے نظریئے کو مسترد کر دیا تھا۔
چنانچہ اب ایک لطیف مادے یعنی ETHER کا خیال پیش کیا گیا جس کے متعلق یہ کہا گیا کہ یہ ہر جگہ
موجود ہے حتیٰ کہ EMPTY SPACE میں بھی۔ جس طرح آواز کی لہریں ہوا کے ذریعے سفر کرتی
روشنی کی لہریں بھی ایتھر میں سفر کریں گی۔ یوں 1887ء اور 1905ء تک ایتھر کے نظریئے پر کافی
بات ہوئے۔ لیکن 1905ء میں البرٹ آئن سٹائن نے یہ مفروضہ پیش کیا کہ اگر زمان مطلق
ABSOLUTE TIM کا خیال ترک کر دیا جائے تو ایتھر کا نظریہ غیر ضروری ہو جاتا ہے۔ یوں ایتھر کو
کر دیا گیا۔ آئن سٹائن کے مطابق کوئی شے روشنی کی رفتار سے سفر نہیں کر سکتی کیونکہ اس
رفتار تک پہنچنے تک اس کا مادہ لامحدود ہو چکا ہو گا۔ اس کے نظریہ اضافیت کے مطابق عام اشیاء کبھی
روشنی کی رفتار تک نہیں پہنچ سکتیں۔ صرف روشنی کی یا دوسری لہریں جن کا کوئی حقیقی مادہ نہ ہو
روشنی کی رفتار سے سفر کر سکتی ہیں۔

کیا مادے کے متعلق جس قدر نظریات پیش کئے گئے وہ مادے اور توانائی کی وضاحت کے لئے
ہیں؟ کیونکہ جب GRAVITATIONAL FORCE کے تحت وہی مادہ بن جاتا ہے جو آج

تک ایک کثیر مقدار میں توانائی اور لہروں کے علاوہ کسی چیز کی حیثیت سے پہچانا جاتا تھا وہی آج لہروں کی صورت اختیار کر کے لامتناہی حیثیت اختیار کر جاتا ہے اور یوں سائنسدانوں کے بقول کائنات میں مادے کے علاوہ کچھ بھی موجود نہیں ہے۔

جب سے انسان نے خلا میں قدم رکھا ہے MATTER کے بارے میں ان کی معلومات میں اضافہ ہوا ہے۔ انسان کو اس بات کا علم بھی حاصل ہوا کہ جتنے بھی اجسام موجود ہیں ان سے مسلسل INFRA RED RAYS خارج ہو رہی ہیں۔ جب کہ اس سے پہلے یہ تصور موجود تھا کہ مذکورہ شعاعیں صرف گرم اشیاء سے خارج ہو رہی ہیں۔ زمین کے گرد گھومنے والے مصنوعی سیاروں کی تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بحر منجمد شمالی اور بحر منجمد جنوبی سے بھی مسلسل INFRA RED RAYS خارج ہو رہی ہیں۔ صرف ان اجسام سے یہ شعاعیں خارج نہیں ہوتیں جو مطلق صفر درجے فارن ہائیٹ کے مساوی مانے جاتے ہیں۔ یاد رہے اس درجے کو اب تک سائنسدان دباؤ میں اضافہ کرنے کے باوجود پیدا نہیں کر سکے ہیں۔ جدید ترقی یافتہ لیبارٹریز بھی منفی 220 درجے سینٹی گریڈ تک ٹھنڈک پیدا کر سکی ہیں لیکن اس سے زیادہ ٹھنڈک پیدا کرنے کے لئے اب تک کوئی کامیابی نہیں ہو سکی ہے۔ دراصل وہ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ مالیکیول کو مکمل طور پر جامد کر دینے سے اجسام پر کیا اثر پڑتا ہے۔ آیا مالیکیول کا منجمد ہونا ایٹم پر بھی اثر انداز ہو سکتا ہے۔

SPACE کے بارے میں ایک جدید نظریہ یہ بھی سامنے آیا ہے کہ SPACE مادے اور اس کی شعاعوں سے عبارت ہے۔ مادہ سائنس دانوں کے خیال میں مجموعی طور پر ایٹموں کے مرکزوں کا نام ہے اس مرکزے سے مسلسل شعاعیں خارج ہوتی ہیں۔

ایٹم کا اصل حصہ اس کا مرکزہ ہے اور سائنسدانوں کے بقول باقی خالی فضا ہے اور الیکٹران ایٹم کے مرکزے کے گرد اس طرح گردش کر رہے ہیں جس طرح نظام شمسی کے سیارے سورج کے اردگرد گردش کر رہے ہیں۔ اگر تمام الیکٹرانوں اور مرکزوں کا درمیانی فاصلہ ختم کر دیا جائے تو کرہ ارض کا حجم فٹ بال کی گیند کے برابر رہ جائے گا لیکن حیرت انگیز بات یہ ہوگی کہ اس کا وزن وہی ہو گا جو آج کرہ ارض کا ہے۔

بلیک ہولز کے بارے میں جتنی بھی تحقیقات ہوئیں ان سے یہ ثابت ہوا ہے کہ بلیک ہولز کے ایٹموں میں خالی فضا نہیں پائی جاتی اور نہ الیکٹران اپنے ORBIT میں گردش کرتے ہیں۔ بلکہ

...رف مرکزے موجود ہیں۔ الیکٹران مرکزے میں جذب ہو چکے ہیں۔ ان بلیک ہولز کا وزن کرہ
...ض سے بھی زیادہ ہے لیکن ان کی کمیت فٹ بال کی گیند کے برابر ہے۔ چونکہ MASS کو
GRAVITATIONAL FORC... سے نسبت ہے اس لئے فرض کریں کہ آپ ایک ایمرجنسی
...ٹ لے کر بلیک ہولز میں تشریف لے جائیں تو آپ کو وہاں اس روشنی سے کچھ نظر نہ آسکے گا۔
...یونکہ آپ کی ایمرجنسی لائٹ کی روشنی بلیک ہولز میں ہی جذب ہو جائے گی۔ ایسا اس لئے ہو گا کہ
...یک ہولز کی GRAVITATIONAL FORCE اس قدر زیادہ ہے کہ وہ آپ کی ایمرجنسی لائٹ
...یں سے نکلنے والی روشنی کو متحرک ہونے اور اردگرد پھیلنے سے پہلے ہی جذب کرلے گی یوں آپ کا
...ول تاریک ہی رہے گا۔

یہ بلیک ہولز اسم بامسمی ہیں کیونکہ ان کے قرب و جوار میں روشنی کی شعاعیں موجود نہیں
...وئیں۔ یہ شعاعیں بلیک ہولز میں ہی جذب ہو جاتی ہیں۔ بلیک ہولز کی دریافت اس کے اطراف
...ئے جانے والے ستاروں کی مدد سے ممکن ہو سکی۔ اگر روشنی بلیک ہولز میں جذب نہ ہو اور وہ اپنا
...فر جاری رکھے تو اس کا راستہ دائیں یا بائیں طرف اور اوپر یا نیچے بھی مڑ سکتا ہے۔

SPACE کی عدم موجودگی کے جدید نظریئے کے تحت روشنی SPACE کو وجود میں لاتی ہے
...ار روشنی کی شعاعیں ہی مکان ہیں۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ روشنی اپنا سفر کب تک جاری رکھے
...گی؟ جدید فزکس اس کا جواب دیتی ہے کہ اس کا سفر کبھی ختم نہیں ہوتا بلکہ اس وقت تک جاری
...رہتا ہے جب تک روشنی مادے میں تبدیل نہیں ہو جاتی۔ یہاں پھر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ
...روشنی مادے میں کیونکر تبدیل ہو گی؟

جدید فزکس بھی اس سوال کا جواب دینے سے قاصر ہے۔ اگر فزکس اس سوال کا جواب
...معلوم کرلے تو سائنسدانوں کے خیال میں وہ ایک لاکھ سال کا علمی راستہ ایک سیکنڈ میں طے کرلیں
...گے۔ مادے کا توانائی میں تبدیل ہونا ایک روزمرہ عمل ہے۔ لیکن توانائی مادے میں کیونکر تبدیل ہو
...سکے گی یہ اب تک راز ہے۔ یہ نظریہ سب کے سامنے ہے کہ سورج میں بھی مادہ دوسرے مادے
...میں تبدیل ہوتا ہے یعنی سورج میں پائی جانے والی ہائیڈروجن کی مقدار HELIUM میں تبدیل ہوتی
...ہے جس کے نتیجے میں زبردست حرارت پیدا ہوتی ہے۔ لیکن سائنسدان یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ
...سورج کس طرح وجود میں آیا؟ کیونکہ جو کچھ بھی ان کے بارے میں بتایا گیا ہے وہ محض ایک نظریہ

ہے اس کی علمی اہمیت بس اس قدر ہے۔ کیونکہ آج تک کسی نے یہ مشاہدہ نہیں کیا کہ توانائی مادے میں تبدیل ہوئی ہو اور ظاہر ہے اندازہ کرنے یا فرض کرنے اور یقینی علم میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ کیونکہ علم ایک حقیقت ہے ایسی حقیقت جس میں اندازہ کرنے یا قیاس آرائی کرنے کی گنجائش نہیں۔

سائنسدانوں کے مفروضے کے مطابق جب SPACE کا کوئی وجود نہیں ہے اور جو کچھ ہے وہ مادہ یا اس کی شعاعیں ہیں SPACE کا احساس ان شعاعوں کے ذریعے ہی ہوتا ہے۔ اب یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ شعاعیں رک بھی سکتی ہیں؟

علم فزکس کی رو سے ایسا ممکن نہیں۔ کیونکہ اگر تمام شعاعیں کٹ بھی جائیں تو بھی GRVITATIONAL FORCE کی شعاعیں باقی رہیں گی۔ علم فزکس یہ کہتا ہے کہ یہ شعاعیں مادے میں سے نکال لی جائیں تو مادہ باقی نہیں رہے گا۔ ان کشش ثقل کی شعاعوں کے برقرار رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ کائنات یا تو پھیل رہی ہے یا پھر سکڑ رہی ہے۔

اور پھر جب نظریہ اضافیت اور کوانٹم میکینیکس کو باہم یکجا کیا گیا تو ایک نیا امکان سامنے آیا کہ SPACE اینڈ TIME مل کر ایک محدود FOUR DIMENTIONAL زمان ومکان تشکیل دے سکتے ہیں جو کرہ ارضی کی محدودیت سے آزاد مزید DIMENTION کا حامل ہو۔ یہاں ہم موجودہ صدی کے ایک معروف سائنسدان سٹیون ہاکنگ کے خیال کے ساتھ اپنے مضمون کا اختتام کرتے ہیں۔ سٹیون ہاکنگ کے بارے میں عرض کر دیا جائے کہ وہ خدا پر یقین نہیں رکھتا۔ لیکن وہ اپنی معرکۃ الارا کتاب (جس نے دنیا بھر میں اشاعت کے ریکارڈ توڑ دیے ہیں) OF TIME ABRIEFHISTORY میں تحریر کرتا ہے۔

"سائنس کی پوری تاریخ اس بات کا بتدریج اعتراف ہے کہ واقعات از خود رونما نہیں ہوتے بلکہ وہ ایک مخصوص پوشیدہ ترتیب کی عکاسی کرتے ہیں جو الہامی بھی ہو سکتی ہے اور نہیں بھی۔ یہ فرض کرنا فطری ہو گا کہ یہ ترتیب صرف قوانین ہی پر لاگو نہیں ہوتی بلکہ کائنات کی ابتدائی حالت کی وضاحت کے لئے TIME اینڈ SPACE کی حد پر بھی لاگو ہوتی ہے"۔

اسلامی عبادات کی امتیازی خصوصیات

ڈاکٹر محمد عرفان مغل

ئنات کی تمام اشیاء انسان کے فائدے کے لئے بنائی گئی ہیں قرآن میں ارشاد ربانی ہے۔

خلق لکم ما فی الارض جمیعا

رجمہ! "اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی تمام چیزیں بنائیں"

لیکن سوال یہ ہے کہ خود انسان کس مقصد کے لئے بنایا گیا ہے قرآن پاک اس کا جواب یوں

ت الجن والانس الا لیعبدون O

رجمہ! "میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت (اطاعت)

نسان کو دنیا میں سلطنت قائم کرنے' مال و دولت کمانے' علوم و فنون میں مہارت حاصل
اور دنیا کی تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت ہے' لیکن اس کے ساتھ ہی اپنے منعم
کے سامنے گردن جھکانا اور اس کی نعمتوں کا عملی شکر ادا کرنا نہایت ضروری ہے ورنہ کھا پی کر
گزارنے میں تو انسان اور حیوان برابر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انسانیت کا کمال روحانیت کے
تا ہے اور روحانیت کا ارتقاء عبادتوں ہی سے ہو سکتا ہے کیونکہ روح انسانی کی غذا عبادت
طرح جسم مادی اشیاء سے پرورش پاتا ہے اسی طرح روح کو عبادتوں سے تربیت اور تقویت
وتی ہے عبادت دراصل بندگی کو کہتے ہیں۔ عبد کے معنی ہیں بندہ' عابد بندگی کرنے والا اور
ہتی ہے جس کی بندگی کی جائے' بندہ اور عبد اپنے آقا اور معبود کی اطاعت میں جو کچھ کرتا
بادت ہے اس لئے ایک مسلمان اپنی نشست و برخاست لین دین اور آپس کے تعلقات میں
ام بھی خدا کی اطاعت کے جذبے سے کرے یا اس جذبے کے تحت کسی برے کام کو چھوڑ
یہ اس کی عبادت شمار کی جائے گی' اس سے یہ معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کی زندگی تمام تر

عبادت ہے یہاں تک کہ اہل و عیال کی خدمت اللہ کے حکم کی اطاعت کے تحت کی جائے تو یہ بھی عبادت ہے۔

زندگی کو اطاعت خداوندی کے جذبے کے تحت بسر کرنے کے لئے شریعت نے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج چار عبادتیں ایسی مقرر کی ہیں جن کی مدد سے انسانی اعمال کے تمام شعبے منضبط ہو کر خدا کی اطاعت کے تحت آجاتے ہیں۔

نماز سے ان اعمال کی تربیت مقصود ہے جن کا تعلق تنہا بندے اور خدا کے درمیان ہوتا ہے، زکوٰۃ سے ان اعمال کی مشق ہوتی ہے، جن کا تعلق دوسرے انسانوں کے فائدے اور آرام سے ہے۔ روزے سے خدا کی راہ میں جسمانی اور جانی قربانی دینے اور نفس کو مادی خواہشات سے پاک رکھنے کی تربیت حاصل ہوتی ہے اور حج کے ذریعے جہاں دنیائے اسلام کا آپس میں اخوت کا رشتہ قائم کرنا مقصود ہے وہاں نفس کی اصلاح بھی مطلوب ہے۔

اسلامی عبادات کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ خالص ایک خدا کے ساتھ مخصوص رہتی ہیں ان میں اللہ کے سوا کسی کی پرستش کا ادنیٰ شائبہ بھی نہیں ہوتا، اسی لئے اسلام میں بادشاہ، والدین اور دوسرے بزرگوں کے سامنے جھکنا اور رکوع کرنا اور یا ان کے نام پر قربانی دینا اور دیگر وہ تمام رسمی آداب ممنوع ہیں جن سے غیر اللہ کی پرستش کی بو آتی ہے۔

اسلام نے عبادات کے لئے ایسی خارجی شرط کوئی نہیں لگائی جس کا اصل عبادت سے کوئی تعلق نہ ہو، اس لئے یہاں نہ مسجدوں میں اگر بتی جلانے کی ضرورت ہے نہ عبادت کے وقت تصویروں کو سامنے رکھنے اور نہ کسی خاص رنگ یا خاص قسم کا لباس پہننے کی پابندی ہے۔

اسلام میں دوسرے مذاہب کی طرح پیشواؤں کو خدا اور بندوں کے درمیان واسطہ نہیں بنایا گیا، ہر شخص براہ راست اپنے خدا کی عبادت میں مصروف ہو سکتا ہے عبادتیں ہر پاک و صاف جگہ پر ادا ہو سکتی ہیں۔ اسلامی عبادات میں افراط و تفریط کا شائبہ تک نہیں ہے۔ ان میں اعتدال اور میانہ روی کی جھلک نظر آتی ہے۔ ان میں نہ بدھ مت اور عیسائیت کی طرح نفس کشی، ترک دنیا اور

قسم کی ریاضتیں ہوتی ہیں اور نہ مشرکانہ طور پر عبادت میں لہو و لعب کی اجازت ہے۔ اسلام
پہلے لوگوں نے ایسے طریقے ایجاد کئے تھے جو منشاء الٰہی کے خلاف تھے۔ بعض عبادت گزاروں
آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا دیئے اور اپنے اوپر اس حد تک جبر کیا کہ بازو کھڑے کھڑے سوکھ
اور پرندوں نے ان پر گھونسلے بنا لئے۔ بعض نے سجدوں کو اتنا طویل کیا کہ جسم اسی حالت میں
گیا' بعض نے رکوع میں غلو کیا کہ وہ زندگی بھر اسی حالت میں رہے' روزے رکھنے پر آئے تو جسم
کو کرکانٹا ہوگیا' اس کی بڑی مثال گوتم بدھ ہیں۔ جنہوں نے نروان حاصل کرنے کے لئے عبادت
ایسی مثال پیش کی جس کی پیروی عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔ یہی بات مسیحی راہبوں میں بھی
آتی ہے اسلامی عبادات میں ایسی چیزیں نہیں ہیں جو انسان کا رابطہ صرف اللہ سے قائم کرکے
بنی نوع انسان سے متنفر کردے۔

نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج یہ سب کی سب انسان کو ایک ایسی زندگی کی طرف تیزی سے لئے
ہیں جو فضائل اور اخلاق حسنہ سے آراستہ ہو' بہت سے مذاہب ایسے ہیں جو اس امر کی بشارت
ہیں کہ کسی عقیدے کا معتقد ہو جانا ہی تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور دنیا اور آخرت میں کامیابی
لئے وہی عقیدہ کافی ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ درست عقیدے کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ
عقیدہ اچھے کاموں کا محور اور ادائے حقوق کا مرکز اور بھلائی کا رہبر ہو۔ صرف عقیدے سے کام
نہیں بنتا' بلکہ عمل صالح کامرانی اور نجات کے لئے ضروری ہے۔ اسلامی عبادات کا یہ کمال ہے کہ
انسانوں کو حیوانیت سے نکال کر زیور انسانیت سے آراستہ کرتی ہے۔ اسلامی عبادات کا جہاں
مقصد اللہ کی عبادت اور اطاعت ہے وہاں تزکیہ نفس بھی ہے۔ اگر انسان اسلامی عبادات کو اسلام
کی تعلیمات کے مطابق ادا کرے تو دنیا و آخرت دونوں میں سرخرو ہو سکتا ہے۔

صمد کے اسرار

ڈاکٹر ہلوک نور باقی

قل هو الله احد ○ الله الصمد ○ لم يلد ولم يولد ○ ولم يكن له كفوا احد ○

(الاخلاص 112)

ترجمہ: "کہو وہ اللہ یکتا۔ اللہ سب سے بے نیاز ہے۔ اور سب اس کے محتاج ہیں۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔" (اخلاص)

قرآن کریم کی یہ آیت اسلام سے قبل اس عظیم پیدا کرنے والے سے متعلق غلط اعتقادات کو مٹا دیتی ہیں۔ یہ اللہ کی عظمت کو صاف صاف بیان کرتی ہیں اور یہ بتاتی ہیں کہ اس کی ذات پاک کو کس طرح سمجھا جائے۔

سائنسی طور پر اللہ سے متعلق نظریات میں سب سے اہم خصوصیت "صمد" کے راز میں پنہاں ہے۔

سورۃ اخلاص کی دوسری آیت مبارکہ میں جو خدائی حکمت بیان کی گئی ہے۔ سائنسی نقطہ نظر سے وہ بے حد اہم ہے۔

آیئے سب سے پہلے علم حروف کے مطابق صمد کے اصل معانی تک رسائی حاصل کریں۔ لغوی طور پر صمد کے تین معنی ہو سکتے ہیں۔

(الف) مکمل، بے داغ، خالص، کلم

(ب) لامحدود قوت جو دوام اور بے پایاں ہونے پر محیط ہے۔

(ج) ناقابل تسخیر خدائی قوت (قادر مطلق ہونا)

اس کے معنی جو نبی کریم ﷺ کے ارشادات کی روشنی اور دیگر تشریحات سے ظاہر ہوتے ہیں یہ ہیں۔ وہ یکی طاقت جس کی ہر چیز محتاج ہے لیکن وہ خود کسی طرح سے کسی کی محتاج نہیں۔" چنانچہ "صمد" وہ پاک قادر مطلق ہے کہ تمام مخلوق اپنی حیات کے لئے جس کی

ہون منت ہے۔ سائنسی اصطلاح میں صمد اس سچی اور حقیقی قوت کو ظاہر کرتی ہے جسے نہ تو کسی مزید اضافے کی حاجت ہے اور نہ ہی جسے کسی قسم کا انحطاط یا گھٹانا ہے۔ اور جس کا نہ تو تجزیہ ہی ممکن ہے اور نہ ہی اس میں کسی قسم کی آمیزش ممکن ہے۔

کائنات کے تمام طبعی یا مادی حقائق کی تشریح "صمد" کے راز کے اندر بے حد اہم طریقے سے موجود ہے۔ تب ہی تمام مخلوقات کے لئے اللہ کا شکر اور اس کی تعریف سائنسی طور پر ظاہر ہوتی ہے۔

ایک منٹ کے دوران، جسم کے اندر سانس لینے کی تعداد کے سلسلے میں یہ سمجھا جاتا تھا کہ انسان کو ایک ایک منٹ میں 16 دفعہ صمد کے راز سے واسطہ پڑتا ہے۔ کیا یہ واقعی صحیح ہے؟ آیئے اب ہم مطالعہ کریں کہ کتنوں کو صمد کے راز یا قادر مطلق کی ضرورت ہے۔

طبعی طور پر سب سے پہلے، انسان کی تخلیق ایٹموں سے ترتیب دی گئی ہے۔ ایک انسانی جسم میں 10 x 7 دس ارب، ارب، ارب ایٹم ہوتے ہیں۔

ایک ایٹم کا مرکز (NUCLEUS) ایک سیکنڈ میں دس ارب مرتبہ جھولتا یا گونجتا ہے، ایک مرکزہ کو اپنے آپ کو قائم رکھنے کے لئے یہ حرکت لازما" کرنا پڑتی ہے۔ اس لئے کہ مرکزہ میں پروٹون تمام کے تمام مثبت چارج کے حامل ہوتے ہیں۔ اور نیوٹرون بے تعلق (یا نیوٹرل) ہوتے ہیں۔ چنانچہ عام حالات میں تو مرکزہ کو ایک طرف اڑ جانا چاہئے۔ مگر جو ہری ایک اور مضبوط طاقت ایک اور ابتدائی ذرے یعنی میسون (MESON) کے ذریعے دخل اندازی کرتی ہے جس کا کام نوات یا مرکزہ کو آپس میں باندھے رکھنا ہے۔ (میسون یا وسطی سطوح ناپائیدار بنیادی ذرات کا گروہ ہوتا ہے جو کاسمک شعاعوں میں پائے جاتے ہیں اور زیادہ توانائی والے ذرات کی بمباری کے زیر اثر مرکزوں سے خارج ہوتے رہتے ہیں) پروٹونز اور نیوٹرونز کے درمیان میسونز یا وسطی سطوح کا تبادلہ ایک سیکنڈ میں دس ارب دفعہ کی رفتار سے ہوتا ہے۔ جو ایسی تعداد یا فریکونسی (FREQUENCY) ہے جہاں ایٹم کا ایک مرکزہ صمد کے اسرار کا محتاج ہوتا ہے۔

جہاں تک منفی برق پاروں (الیکٹرانز) کا جو مرکزہ (نکلیس) کو گھیرے ہوتے ہیں، تعلق ہے یہ (ایٹم کے بوہر (BOHR) ماڈل کے تعلق سے) مرکزوں کے اردگرد ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ مرتبہ کی رفتار سے چکر لگاتے ہیں۔ چونکہ یہ بیضوی محور کے اندر گردش کرتے ہیں ان کو صمد کے رازوں کی مدد کی اس وقت ضرورت ہوتی ہے جب چاند یا دوسرے زیلی سیارے (APOGEES) مستوی یا بیضوی کے مقام پر زمین سے کم ترین فاصلے (PERIGEE) پر ہوتے ہیں۔ یعنی یہ حالت ہر چکر میں چار مرتبہ آتی ہے اس طرح مرکزہ کے گرد ایک سیکنڈ میں چار لاکھ مرتبہ کی رفتار کا وجود ہوتا ہے۔

انسانی جسم میں 14x10 الیکٹرانوں کی موجودگی تصور کی جاتی ہے۔ چنانچہ انسان کو صمد کے رموز کی 14x10 4x10+10x7x10 فی سیکنڈ 70.056x10 دفعہ کی ضرورت ہوتی ہے جہاں 10 کے معنی دس کھرب، کھرب، کھرب کی تعداد ہوتے ہیں، انسانی جسم صرف ایٹموں والے حصہ کو ایک سیکنڈ میں اتنے صمد کے رازوں سے مدد کی ضرورت ہوتی ہے، اگر یہ ضرورت صرف ایک لمحے کے لئے بھی پوری نہ ہو تو انسانی جسم میں ایک ایٹم بم کی طرح دھماکے سے پھٹ جائے گا۔

(ب)! جہاں تک خلیوں کو صمد کے رازوں کی ضرورت کا معاملہ ہے تو اوسطاً ایک خلیہ (CELL) میں 2000 کیمیائی لیبارٹریاں ہوتی ہیں یعنی (ANDGOLGI VESSELS MITOCHOND RIA) ہوتی ہیں جو کیمیائی اجزاء کو متواتر زیر عمل رکھتی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک انتہائی باریک خلیوں کی لیبارٹری ایک کمپیوٹر کے زیر حکم ہے اور ایک کمپیوٹری پروگرام کے تحت ہی خلیئے کو اس کی خصوصیت عطا کرتی ہے۔

یہ دو ہزار انتہائی چھوٹی لیبارٹریاں اپنے پروگرام چلانے کے لئے صمد کے اسرار کی مرہون منت ہیں اور وہ بھی ایک سیکنڈ میں پندرہ ہزار کی حد تک۔ یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ پورے خلیے کی صمد کی ضرورت بال آخر تیس ملین دفعہ فی سیکنڈ ہوتی ہے۔ اگر یہی قدر ہڈیوں کے گودے میں پیدا ہونے والے خون کے خلیوں پر منطبق کریں تو جینی کوڈ (فار

موٹے) میں تبدیلی کے لئے "صمد" کی ضرورت اربوں کی تعداد تک پہنچ جائے گی۔

چونکہ انسانی جسم میں تیس کھرب خلیے ہوتے ہیں' انسانی جسم کی حیاتیاتی ضرورت کے لئے صمد کی مدد سیکنڈ میں ایک خلیے کی بنیاد پر ایک ارب کھرب دفعہ کی تعداد تک پہنچتی ہے۔

(ج) دیگر اعضاء کی صمد والی ضرورت کیا ہے؟ یعنی خوراک کے ایک لقمے کی وہ مبہم جوئی اور تغیرات کیا ہیں جو اس کے ہضم اور اس کے خرچ ہو جانے سے متعلق ہیں۔ اور خون کے ذریعے سے ہونے والا یہ سلسلہ کس طرح سے ہے؟ اس دوران اگر ان ہزاروں سلسلہ عمل کار پر پوری طرح سے تحقیق کی جائے اور اگر جزیات کو چھوڑ کر دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ حیاتیاتی کیمیا کا مطالعہ' میرے حساب کتاب کی مطابق یہ بتاتا ہے کہ ایک انسان کو ایک سیکنڈ میں 4x10 مرتبہ "صمد" کے اسرار میں مضمر مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی ایک چھوٹی سی بنیادی مثال اس طرح سے دی جا سکتی ہے کہ اگر سفید خون والے ذرات کو یا خلیے کو جو ہمیں بیماریوں سے بچاتے ہیں "صمد" میں پنہاں مدد صرف ایک لمحے کے لئے بھی نہ ملے تو نتیجتاً" یا تو ہمارے اپنے اندر کا بیکٹیریا (BACTERIA) یا پھر کینسر کے خلیے ہمیں ہضم کر جائیں گے۔

"صمد" میں پنہاں خدا کی قوت کی مدد نہ صرف انسانوں ہی کے لئے ہے بلکہ یہ تمام کائناتوں کا بنیادی سہارا ہے۔ وہ اہلیت جو ایٹموں' نباتات' سورجوں اور کہکشاؤں کو مقرر اور قائم رکھتی ہے اس کی بنیاد بھی اللہ کے اسرار میں پنہاں ہے۔ اس کی غیر موجودگی میں کوئی ایک مخلوق بھی زندہ یا باقی نہیں رہ سکتی بلکہ وہ فوراً" ہی معدوم ہو جائے گی۔

دیو ہیکل عظیم ستاروں اور کہکشاؤں کے جمگھٹے ایک دوسرے کے اندر سے اور قریب سے گزرتے ہیں۔ مگر ان میں سے کسی ایک سیارے کا توازن بھی نہیں بگڑتا۔ خلابازوں نے حال کے چند سالوں میں اس غیر معمولی حقیقت اور واقعات کا بے حد حیرانی سے مشاہدہ ہے۔

واقعی کسی چیز میں بگاڑ واقع نہیں ہوتا اس لئے کہ اللہ صمد ہے (اللہ الصمد)

خیال اقبال

عبدالرشید ساہی

نمبر1

دل بیدار فاروقی' دل بیدار کراری
مس آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری

علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ اگر دل بیدار ہو جائے تو انسان کے اندر شان فاروقی اور شان کراری پیدا ہو جائے گی انسان کو اگر تانبا فرض کر لیا جائے تو دل کی بیداری اس کے حق میں بمنزلہ کیمیا ہے جو تانبے کو سونا بنا دیتی ہے انسان کو مومن کی شان اس وقت نصیب ہوتی ہے جب اس کا دل بیدار ہوتا ہے ایسے انسان کے متعلق ہی خدائے بزرگ و برتر نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ مومن جب دیکھتا ہے تو میری بصیرت سے دیکھتا ہے۔

دل مردہ دل نہیں اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرض کہن کا چارہ

اب دیکھنا یہ ہے کہ دل بیدار کس طرح ہو سکتا ہے اقبال کے فلسفہ کی رو سے دل کی بیداری یا زندگی عشق رسول ﷺ پر موقوف ہے اور عاشقی کا فن کسی عاشق صادق (مرشد کامل) کی صحبت سے حاصل ہو سکتا ہے اور کوئی صورت نہیں۔ نبی مکرم و محترم ﷺ کے زمانہ مبارک سے لے کر ہمارے زمانے تک دل کی بیداری کا صرف ایک ہی طریقہ چلا آ رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب عاشق معشوق کی محبت میں فنا ہو جاتا ہے تو بقا پا جاتا ہے۔

عشق کیا شے ہے! کسی کامل سے پوچھنا چاہیے
کس طرح جاتا ہے دل ! بیدل سے پوچھنا چاہئے

اپنے دل کو بیدار کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس کا دل بیدار ہو چکا ہو اس شخص سے رابطہ پیدا کر لو اس کو محبت شیخ کہتے ہیں اگر کنکشن کے بغیر کمرہ کا بلب روشن نہیں ہو سکتا تو روحانی رابطہ کے بغیر سینہ میں دل بھی روشن نہیں ہو سکتا۔

کسی ایسے شرر سے پھونک اپنے خرمن دل کو

کہ خورشید قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چینوں میں

نمبر2

دل بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جبتک
نہ تیری ضرب ہے کاری نہ میری ضرب ہے کاری

علامہ فرماتے ہیں اے مسلمان منطق اور فلسفہ کو چھوڑ اور اپنے دل کو بیدار کر کیونکہ جب تک دل یدار نہ ہو جہاد نہیں ہو سکتا اور جو مسلمان جہاد نہیں کر سکتا وہ مقصد حیات حاصل نہیں کر سکتا اور جو شخص قصد حیات حاصل نہیں کر سکتا اس کا عدم اور وجود اقبال کی نظر میں دونوں یکساں ہیں دل بیدار رکھنے والا نسان خدا تعالیٰ کا بولنا اور اس کا چلنا خدا کا چلنا ہوتا ہے اس مقام پر انسان کی اپنی مرضی بالکل باقی نہیں رہتی و اپنے آپ کو خدائی ضابطوں کا پابند کر لیتا ہے اور احکام خداوندی کے مطابق اپنی زندگی بسر کرتا ہے بقول ثاعر

یہ نفس کی آمد و شد' یہ وجود کیا عدم کیا
تیری آرزو میں آنا تیری جستجو میں جانا

نمبر3

مشام تیز سے ملتا ہے صحرا میں نشان اس کا
ظن و تخمیں سے ہاتھ آتا نہیں آہوئے تاتاری

علامہ اقبال فرماتے ہیں تاتاری ہرن جس کی ناف میں خدا تعالیٰ نے خاص قسم کی خوشبو پیدا کی ہے و صرف اس شکاری کو ملتا ہے جس کی سونگھنے کی حس بڑی تیز ہوتی ہے وہی اس ہرن کو صحرا میں تلاش کر کتا ہے یہ تو تھا لفظی ترجمہ لیکن علامہ اقبال نے یہاں عشق مصطفٰے ﷺ کی بات کی ہے وہ فرماتے ہیں ا مکرم و محترم ﷺ کی محبت صرف اسی کو حاصل ہو سکتی ہے جو دیوانہ وار آپ ﷺ کی اتباع پر عمل را ہو جاتا ہے جب تک عاشق کو یہ یقین نہ ہو کہ میرا محبوب حسن و جمال ظاہری کے اعتبار سے سارے لم میں یکتا ہے وہ اس سے محبت نہیں کر سکتا اسی طرح جب تک ایک مسلمان کو اس بات کا یقین کامل نہ کہ آپ ﷺ حسن و جمال باطنی (نبوت و رسالت) میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں سب حسینوں کے رتاج ہیں اور آپ ﷺ کی ذات منبع کمالات ہے۔ اگر مسلمان حضور اقدس ﷺ کی محبت کو حاصل رنا چاہتے ہیں۔ تو اسے سب سے پہلے اپنے دل میں اس بات کا یقین پیدا کر لینا چاہیے کہ آپ ﷺ ا کے سچے اور محبوب ترین رسول ﷺ ہیں اور مجھے آپ ﷺ کی اتباع سے خدا تعالیٰ کی مکمل

خوشنودی حاصل ہو جائے گی اس بارے میں کسی قسم کا شک دل میں نہیں آنا چاہیے کیونکہ شک یقین کی ضد ہے اتباع رسول ﷺ کے بغیر اللہ کی رضا حاصل نہیں ہو سکتی۔

جسے ملا یہ متاع گراں بہا اس کو
نہ سیم و زر سے محبت ہے نہ غم افلاس

نمبر4

خدا وند یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

علامہ اقبالؒ نے اس شعر میں اللہ سے فریاد کی ہے کہ اے خدا! یہ تیرے سادہ لوح بندے بڑی مصیبت میں گرفتار ہیں کیونکہ آج کل درویشی بھی عیاری ہے اور سلطانی بھی عیاری ہے اور مسلمان چونکہ جاہل ہیں علم فطرت سے آشنا نہیں ہیں قرآن و حدیث سے لاعلم ہیں اس لئے موجودہ صورت کا مقابلہ نہیں کر سکتے عیاری اور مکاری کا جواب وہی شخص دے سکتا ہے جو نہایت ہوشیار اور چالاک ہو اور تمام حالات سے باخبر ہو۔ لیکن مسلمان تمام صفات سے محروم ہیں اس لئے میں ان کے مستقبل کے متعلق سوچتا ہوں تو پریشان رہتا ہوں' موجودہ دور میں اکثر درندہ صفت انسانوں نے درویشی کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ اس شعبہ پر سے عوام کا اعتماد اٹھ چکا ہے دوسری طرف چور اچکا چوہدری اور گنڈی رن پردھان والی بات مکمل پوری ہو رہی ہے سلطانی کے روپ میں جونکیں انسانی خون چوسنے میں مصروف ہیں مظلوم عوام سے دو گھڑی آرام کرنے کا حق بھی چھینا جا رہا ہے ملک کو باپ کی جاگیر سمجھ کر لوٹا جا رہا ہے غریب آدمی حکومت کے خزانہ سے 5 ہزار روپے ادھار لے کر نہ دے سکے تو جیل بھی جائے اور مکان بھی قرق لیکن سلطانی ڈاکو ملک و قوم کی تمام تر پونجی بھی لوٹ کر ہضم کر جائیں تو کوئی پوچھنے والا نہیں غریب کے لئے جیل میں کال کوٹھری اور امیر کے لئے جیل میں اے اور بی کلاس۔ اوپر سے یہ اعلان کہ مظلوم کو انصاف اس کی دہلیز پر ملے گا' دیوانے کی بڑھک۔

نمبر5

مجھے تہذیب حاضر نے عطا کی ہے وہ آزادی
کہ ظاہر میں تو آزادی ہے باطن میں گرفتاری

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں موجودہ ماڈرن تہذیب نے ایسی آزادی معاشرہ کو عطا کی ہے جو کہ ظاہر میں تو آزادی نظر آتی ہے مگر باطن میں انسانیت کی تباہی اور موت ہے۔ معاشرہ کی جو خستہ حالی آپ کو نظر آ

ری ہے یہ اسی آزادی کی مرہون منت ہے انسان ماڈرن تہذیب کے مہلک اثرات پر نظر کرے تو اس کو
خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ تہذیب حاضر نے معاشرہ کو بے راہ روی' بد دیانتی' سمگلنگ' چور بازاری' ذخیرہ
اندوزی' فحاشی' عریانی اور بد اخلاقی و بد کرداری کے سوا کچھ نہیں دیا۔

اللہ تعالیٰ نے معاشرہ کی خوبصورتی اور حفاظت کے لئے وقتاً فوقتاً اپنے پیارے اور خاص بندے
انبیاء کی شکل میں قوموں میں روانہ کئے اور ساتھ ہی ساتھ ان کو اپنے پاس سے قانون فطرت بھی عطا
فرمائے تاکہ انسان خدائی ضابطوں پر عمل پیرا ہو کر اپنی زندگیوں کو محفوظ اور خوبصورت بنالیں پر سکون بنا
لیں اور روئے زمین کو گہوارہ امن بنادیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں واضح فرمادیا ہے کہ انسانوں اور جنوں
کی پیدائش کا مقصد ہی اپنی اطاعت کروانا مقصود ہے جو انسان بھی خدائی خواہش پر عمل نہیں کرے گا وہ
خدائی مقصد کی تعمیل کی حدود میں نہیں آئے گا اور ہمیشہ رستہ سے بھٹکا رہے گا۔

اقبال نے اپنی شاعری میں لفظ "فقر" صرف اور صرف اسی انسان کے لئے استعمال کیا ہے جو کہ رب
کریم کی مکمل فرمانبرداری اور تابعداری اور خدائی ضابطوں کے تحت زندگی بسر کرے۔

جو فقر ہوا تلخی دوراں کا گلہ مندد
اس فقر میں باقی ہے ابھی بوئے گدائی

انگریزی فلاسفر کارلائل نے ایک جگہ لکھا ہے کہ "اپنے تقاضوں کو صفر بنادو' ساری دنیا تمہارے
پاؤں کے نیچے ہوگی" انسانی خواہشوں کا سلسلہ جب پھیلتا ہے تو اتنا وسیع ہوتا چلا جاتا ہے کہ اس کی تسکین
کے لئے ضروری اور غیر ضروری اچھے اور بے مقصد یا نصب العین کی تمیز مٹ جاتی ہے اور انسان
خواہشوں پہ قابو پانے کی بجائے خود ان کا غلام بن جاتا ہے

اقبال کے ہاں فقر ایسے انسان کے لئے استعمال ہوتا ہے جو حالت استغنا اور بے نیازی میں رہتا ہے
اور جس کی زندگی میں سادگی اور خیالات میں پاکیزگی اور بلندی ہوتی ہے انسان کو خدا نے خلیفہ ارض بنایا
ہے اس کو بد کرداری اور بد اخلاقی سے پرہیز کرنا چاہیے۔

نگہ پیدا کر اے غافل تجلی عین فطرت ہے
کہ اپنی موج سے بیگانہ رہ سکتا نہیں دریا۔

نمبر 6

تو اے مولائے یثرب آپ میری چارہ سازی کر
مری دانش ہے افرنگی' میرا ایمان ہے زناری

علامہ اقبالؒ نے اس شعر میں نبی مکرم و محترم ﷺ سے گزارش کی ہے کہ آپ ہی ہمارے حق میں خدا تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ ہماری اصلاح احوال کر دیں ہمارے کرداروں اور اخلاقوں کو بہتر بنا دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بغیر کوئی چارہ نہیں اور پھر اور کسی کے بس کی بات نہیں خدائے بزرگ و برتر نے یہ خصوصی شعبہ اپنے پاس رکھا ہوا ہے وہ جس کو چاہتے ہیں ہدایت نصیب کر دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں بے راہ کر دیتے ہیں۔ شیطان بھی خدا کے چنے ہوئے اور مخصوص بندوں کو گمراہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے ارشاد ربانی ہے سورۃ ص آیت 81 اور 82 "ابلیس نے کہا تیری عزت کی قسم میں ضرور گمراہ کروں گا ان سب کو سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں ان میں تونے چن لیا ہے" خدا تعالیٰ کے چنے ہوئے انسانوں کو تو شیطان بھی بے راہ نہیں کر سکتا یہ تو خود اس نے تسلیم کیا ہے۔

اقبال نے فرنگی تہذیب کو اپنی شاعری میں بار بار نشانہ تضحیک بنایا ہے کیونکہ اس تہذیب نے اصل میں انسانیت کی تباہی میں بڑا واضح کردار ادا کیا ہے معاشرہ میں زیادہ تر برائیاں اور غیر انسانی فعل سب اسی تہذیب کے پیدا کردہ ہیں۔ آج بھی مسلمانوں کو ذلیل کرنے کے لئے فرنگی اپنی تمام تر رعنائیاں اور تمام وسائل بروئے کار لا رہا ہے اصل میں وہ مسلمانوں کے اندر سے وہ جذبہ غیرت جذبہ حرت اور جذبہ آدمیت و انسانیت بالکل نیست و نابود کرنے کے درپے ہے لیکن عقل کے اندھوں کو نظر نہیں آ رہا ہے۔

عرب کے سوز میں ساز عجم ہے حرم کا راز توحید امم ہے
تہی وحدت سے ہے اندیشہ غرب کہ تہذیب فرنگی بے حرم ہے

حضرات گرامی! خدا تعالیٰ نے انسانوں کی اصلاح کے لئے آسمانی پیغامات کتابوں کی شکل میں اپنے خالص بندوں کے ذریعہ ارسال فرمائے تاکہ انسان کو وہ شعور آگہی حاصل ہو جس سے ذات باری تعالیٰ کی محبت نصیب ہو اور خدا تعالیٰ اور نبی مکرم و محترم ﷺ کی محبت میں تڑپنے کا سرور آئے اور اللہ کی راہ میں سب کو ہار جانے اور لٹا دینے کا جذبہ پیدا ہو اس طرح انسان دائمی اور ابدی لذتوں کو پالیتا ہے۔

عزیز ساتھیو! تمام تر عبادات کا ماحصل تو یہ ہے کہ ہمارے کردار اور اخلاق سنور جائیں اور ہمیں خدا کی رحمت سے اتنی توفیق مل جائے کہ ہم اللہ کو روبرو دیکھ سکیں خدا کی تائید ہمیں حاصل ہو اللہ کی رحمت نصیب ہو۔ اللہ کی طرف سے طاقت نصیب ہو اور ہم اس کائنات میں اس کا علم بلند کر سکیں خدا تعالیٰ ہمیں دین کا شعور بھی دے، اور توفیق عمل بھی دے آمین

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

مولانا شمس نوید عثمانی

رشتے ازل سے ہوتے ہیں

رشتے پیدا نہیں کئے جاتے ازل سے قائم ہوتے ہیں' صرف جسمانی نہیں ہوتے' روحانی بھی ہوتے ہیں۔ ن کا ظہور چاہے جب بھی ہو یہ اصول صرف انفرادی رشتوں کا ہی نہیں بلکہ قوموں اور گروہوں کا بھی ہے۔ رف انسانی رشتوں کے لئے ہی نہیں بلکہ حیوانی' نباتاتی اور جماداتی رشتوں کا بھی یہی اصول ہے کہ وہ بھی ازلی یں۔ یہ ایک الگ تفصیلی موضوع ہے جس کے سائنٹفک ثبوت ہیں۔ اس پس منظر میں آیئے دیکھیں کہ تبدیل ہونے والی قوم اور اس کے مسکن ہندوستان کے حضرت محمد ﷺ کی جائے پیدائش عرب اور عربی قوم سے کیا رشتے ہیں اس ذیل میں ہم مختلف نامور محققین کی تحریروں کے کچھ اقتباسات پیش کر رہے ہیں۔

1000ق م میں یمن کی قوم سبا نے بھی ہندوستان سے تجارتی تعلقات کو مضبوط کیا تھا۔ مورخ جوزیفس نے لکھا ہے کہ بمبئی کے قریب سپارا مقام سے عہد سلیمان میں جن کا زمانہ 950ق۔م ہے فلسطین سے تجارت ہوئی اس طرح ہندوستان ململ چھینٹ (ایک قسم کا کپڑا) اور رومال وغیرہ عرب میں مقبول تھے جن کا ذکر عربی اشعار میں ملتا ہے ـــ خاندان موریہ کے اندر حرا میں تمام کتبات آرامی یعنی عربی طرز میں لکھے ملے ہیں اشوک کے کتبات دائیں طرف سے لکھے ہوئے ملے ہیں۔

"اب سوال یہ پیدا ہوا ہے کہ آج سے پانچ ہزار سال قبل ہندوستان میں عربی زبان یدھشٹر کے دربار میں کیسے رائج ہو گئی اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ آج سے پانچ ہزار سال پیشتر اس ملک میں دین حنیف کا دور دورہ تھا۔

ہندوستان کی ایک اور جماعت بھی قدیم زمانے سے عرب میں پائی جاتی تھی اس کو عرب مید کہتے تھے۔

"ـــ اصطخری نے لکھا ہے کہ حدود سندھ کے تمام شہروں میں کفار کا مذہب بودھ ہے اور ان کے ساتھ ہی ایک قوم ہے جسے مید کہا جاتا ہے ـــ جاٹ اور مید کے بعد ہندوستان کی ایک اور قوم عرب میں قدیم زمانے سے پائی جاتی ہے وہ سیابجہ یا سبابجہ ہے ـــ بلاذری نے فتوح البلدان میں اور ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں بار بار سیابجہ استعمال کیا ہے ـــ عرب میں ہندوستان کی ایک اور جماعت زمانہ قدیم سے آباد تھی جسے عرب حرار' حمر اور احامرہ کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

یہ عجیب حیرت انگیز بات ہے کہ ہندو کا لفظ عربوں کو ایسا پیارا معلوم ہوا کہ انہوں نے اس ملک کے نام پر اپنی عورتوں کا یہ نام رکھا۔ چنانچہ عربی شاعری میں یہ نام وہ حیثیت رکھتا ہے جو فارسی میں لیلیٰ و شیریں کا ہے۔

تفصیلات محققین کی کتابوں میں بھری پڑی ہیں۔ اردو میں خصوصاً" مولانا سید سلیمان ندوری" اور مولانا قاضی اطہر مبارکپوری نے عرب ہند رابطوں پر بہت جامع کتابیں تصنیف کی ہیں یہاں ہم نے بطور نمونہ چند حوالے پیش کئے ہیں جن سے عرب و ہند کے قدیم روابط کااندازہ ہو سکتا ہے۔ یہ روابط صرف تمدنی و معاشرتی ہی نہ تھے بلکہ روحانی بھی تھے مثلاً"

"محققین کو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اہل عرب بودھ کو ہی "بوذسف کہتے تھے" (کتاب الفہرست۔ ابن ندیم ص 345)

مذہبی روابط اور خصوصاً" انبیاء علیہم السلام کی بعثت یا آمد کے سلسلے میں ہمیں متعدد روایات ملتی ہیں۔

آج ایک عام تصور مسلمان ذہنوں میں یہ ہے کہ جن انبیا کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے ان کا تعلق صرف جزیرہ نمائے عرب سے تھا یہ دعویٰ کرنے والے حضرات یہ نہیں بتاتے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام عرب، مصر، عراق یا شام کے کن حصوں میں دعوت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اس سلسلے میں محققین حضرات کو جو کچھ ملا ہے وہ ہم مختصراً" پیش کر رہے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان میں

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ سری لنکا میں کوہ سراندیپ پر ایک بہت بڑے پاؤں کا نشان موجود ہے جسے بہت سے مذاہب کے پیرو مقدس مانتے ہیں۔ مسلمان اور عیسائی اسے حضرت آدم علیہ السلام کے پاؤ ں کے نشان بتاتے ہیں" بودھ مذہب کے پیرو اسے گوتم بدھ کے پاؤں کا نشان کہتے ہیں اور ہندو اسے شیوجی کے پیر کا نشان مانتے ہیں۔ یہ عجیب و غریب روایات بالکل بے بنیاد بھی نہیں ہیں ان کی کڑیاں ہمیں عربوں کی تاریخ میں بھی ملتی ہیں۔

اہل عرب کا دعویٰ یہ ہے کہ ہندوستان سے ان کا تعلق صرف چند ہزار برس کا نہیں بلکہ پیدائش کے شروع سے ہے یہ ملک ان کی پدری وطن ہے۔ حدیثوں و تفسیروں میں جہاں حضرت آدم علیہ اسلام کا واقعہ ہے۔ متعدد روایتوں سے یہ بیان آتا ہے کہ حضرت آدم علیہ اسلام جب آسمان کی جنت سے نکالے گئے تو وہ اسی زمین کی جنت میں جس کا نام ہندوستان جنت نشان ہے، اتارے گئے سراندیپ (لنکا) میں انہوں نے پہلا قدم رکھا جس کا نشان اس کے ایک پہاڑ پر موجود ہے ابن جریر، ابن ابی حاتم اور حاکم میں ہے کہ ہندوستان کی اس سرزمین کا نام جس میں حضرت آدم علیہ السلام اترے وجنا ہے۔ کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ نہ جنا، دکھنا یا دکھن ہے جو ہندوستان کے جنوبی حصے کا مشہور نام ہے؟ (بحوالہ عرب ہند تعلقات از سید سلیمان ندوی ص 115)

اب ایک ثبوت تفسیر کی کتابوں سے بھی ملاحظہ فرمائیں

"ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کا تنور ہند میں تھا"

واضح رہے کہ قرآن، انجیل اور توریت سے یہ روشنی مفسرین کو ابھی تک نہیں مل سکی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام دنیا کے کس خطے میں اتارے گئے۔ مندرجہ بالا روایت اور سری لنکا میں پاؤں کے نشان سے یہ

لے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی بعثت اس سرزمین میں ہو سکتی ہے۔ حالانکہ یہ روایات ضعیف
جاتی ہے۔ لیکن یہ بات ضرور قابل غور ہے کہ دنیا کے کسی اور خطے کے بارے میں ایسا دعویٰ ہونے کی
بھی ہمیں نہیں ملتیں۔

ت نوح علیہ السلام ہندوستان میں

قرآن سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ طوفان نوح علیہ السلام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی
ی تھی جو کہ عراق کے علاقے کردستان میں ہے۔ بائیبل سے پتہ چلتا ہے کہ کوہ ارارات پر ان کی کشتی
ی۔ (جودی پہاڑ کوہ ارارات کے سلسلے کی ہی ایک چوٹی ہے) لیکن آج تک مفسرین نے یہ نہیں بتایا کہ کشتی
نے کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کا خطبہ تبلیغ دنیا کے کون کون سے علاقے رہے اور یہ بھی پتہ نہیں چل
وفان نوح سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام چھ سو سال تک کہاں رہے۔ توریت سے صرف اتنا معلوم ہوتا
حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھی طوفان کے بعد بابل میں اکٹھا ہوئے اور وہاں سے پوری روئے
پھیلے۔

"اس لئے اس کا نام بابل ہے کیونکہ خداوند نے وہاں پر تمام اہل زمین کی زبانوں کو خلط ملط کر دیا تھا اور
ے ان (حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں) کو خدا نے تمام روئے زمین پر پھیلایا"۔

(توریت کتاب پیدائش 11-9)

قرآن یہ بتاتا ہے کہ تنور سے پانی ابلنا شروع ہوا تھا اور یہاں سے طوفان کی ابتدا ہوئی تھی۔

ترجمہ! "یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آپہنچا اور تنور سے پانی ابلنا شروع ہوا تو ہم نے کہا کہ اس کشتی میں
کے جوڑوں میں سے دو کو چڑھالو.....(ہود 40)

لفظ تنور عربی زبان کا لفظ نہیں ہے فارسی میں اس کے معنی روٹی پکائے جانے والے تنور کے ہیں۔ بیشتر
نے اس لفظ کو انہیں معنوں میں استعمال کیا ہے اور کچھ نے تنور سے مراد سطح زمین لیا ہے۔ یعنی سطح زمین
ابلنا شروع ہوا لیکن لفظ تنور سے پہلے قرآن میں الف لام استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ہے کوئی مخصوص
سلسلے میں علماء کی تشریح دیکھئے۔

"اور اگر یہ کہا جائے کہ الف لام النور میں ہے......اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بعید نہیں کہ نوح علیہ السلام
نور معلوم ہو۔

"حسن بصری کا بیان ہے کہ وہ تنور پتھر کا تھا اور حضرت حوا" اس میں روٹیاں پکاتی تھیں پھر وہ حضرت نوح
آگیا تھا اور ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ جب تم دیکھو کہ تنور سے پانی ابل رہا ہے تو اپنے ساتھیوں کو لے کر
سوار ہو جانا"

"یہ تنور حضرت آدم علیہ السلام کا تھا یہ بات مولانا محمد نعیم صاحب مراد آبادی نے بھی اپنی تفسیر میں لکھی

ہے۔ پہلے ہم تفسیر فتح القدیر سے حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کر ہی چکے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کا تنور ہند میں تھا آیئے اب ایک اور رخ سے دیکھیں۔

لفظ تنور پر بہت سے اقوال اکٹھا کرتے ہوئے علامہ شوکانیؒ نے لکھا ہے

"...... آٹھواں قول یہ ہے کہ وہ ایک مقام ہے جو ہند میں ہے۔ (تفسیر فتح القدیر جلد دوم ص 474)

یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ جب ہم نے ہندوستانی ریلوے ٹائم ٹیبل میں تلاش کیا تو ہمیں تنور نام کا ایک مقام صوبہ کیرالہ میں ملا اور نقشہ میں تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ کیرالہ کے ملاپورمہ ضلع میں ساحل سمندر پر تنور واقع ہے۔ یہ ہندوستان کے مغربی ساحل پر ہے جو بحیرہ عرب کے ذریعہ عرب سے جدا ہوتا ہے۔ روایات کی روشنی میں یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ وہی مقام ہے جہاں سے سیلاب نوح علیہ السلام کے شروع ہونے کا ذکر قرآن نے کیا ہے؟ اس سے دوسرے تمام اقوال کی تطبیق بھی ہو جاتی ہے یعنی ساحل سمندر پر جو مقام تنور ہے وہاں سطح زمین سے پانی ابلنا شروع ہوا تھا اور یہی مقام حضرت آدم علیہ السلام کا تنور کہلاتا تھا۔

یہ نظر میں رہے کہ ہندوستانی قوم سے حضرت نوح علیہ السلام کا زبردست تعلق بحیثیت منو کے ہم پچھلے صفحات میں پورے وثوق کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں پیچھے بیان کردہ حسن بصریؒ کے قول سے کہ جب تم دیکھو کہ تنور سے پانی ابل رہا ہے تو اپنے ساتھیوں کو لے کر کشتی میں سوار ہو جانا" اور ان دوسری تمام روایات سے جن میں کہا گیا ہے کہ یہ تنور حضرت آدم علیہ السلام کا تھا اور ہند میں تھا یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام طوفان نوح سے قبل ہندوستان میں تھے۔ اب طوفان کے بعد پر غور کریں۔

نرسنگھ اگروال نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ آرین قوم ہندوستان میں منو (حضرت نوح علیہ السلام) کے ساتھ آئی۔

آرین جن کو ہندوستان میں فادر منو لے کر آئے بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے۔

گجرات (پاکستان) کے ایک قانون داں اور محقق ایم زماں کھوکھر نے برسوں کی تحقیق کے بعد انکشاف کیا ہے کہ آدم ثانی خاک گجرات میں محو استراحت ہیں ان کے دعوے کی بنیاد دو چالیس فٹ چوڑا ایک قدیم ترین مزار ہے جو گجرات کے اسی تاریخی شہر سے پچیس میل دور موضع بریلہ شریف کے نواح میں صدیوں سے مرجع خلائق ہے گاؤں سے تقریباً" ایک فرلانگ جنوب میں گھنی جھاڑیوں اور سایہ دار درختوں سے ڈھکی ہوئی اس نوگزی قبر کے بارے میں عام تاثر یہ ہے کہ یہاں حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے یا پوتے حضرت قیط کا مدفن ہے۔ لیکن ایم زماں کھوکھر نے علم کشف القبور کے دو علماء..... کی روایت سے ثابت کیا ہے کہ یہ قیط نہیں بلکہ خود حضرت نوح ہیں......" (روزنامہ قومی جنگ 13 مارچ روزنامہ منصف حیدر آباد)

بہت سے دیگر علماء کشف القبور اور بزرگان کے حوالے تائید میں بیان کرنے کے بعد آگے لکھا ہے۔

بڑیلہ شریف ایک سرحدی گاؤں ہے اور گجرات سے پانچ میل دور جانب شمال مشرقی قصبہ ٹانڈہ کے نزدیک واقع ہے یہاں سے وادی چھمب کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے اور دریائے چناب اور توی اس کے قریب ہی بہتے

ہیں۔ تقسیم سے قبل ہندو' مزازر کو' منو مہرست کے نام سے پکارتے تھے۔ منو مہرست سنسکرت کا لفظ ہے اور اس کا مطلب کشتی والا ہے عبرانی لفظ نوح سے بھی یہی معنی اخذ کئے جاتے ہیں۔ سنسکرت کی قدیم کتابوں میں درج ہے کہ آدم کا ایک بیٹا پنکھ پکھیرو سمیٹ کا کشتی پر بلاتا ہے طوفان نوح کا ذکر آریاؤں کی قدیم مذہبی کتابوں میں آیا ہے اور اس حوالے سے ثابت ہوا ہے کہ اوائل ہی میں حضرت نوح کی اولاد برصغیر ہند تک پھیلی ہوئی تھی۔ آئینہ گجرات میں درج ہے کہ گجرات کے باشندے حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے حام کی اولاد ہیں اور حامیوں نے کشمیر کے نواح میں بڑی بڑی عمارتیں اور خلاف تعمیر کرائے تھے مرور زمانہ سے لحد حام کے آثار بھی مٹ چکے ہیں لیکن شہروں اور مزارات کی صورت میں ان کی آمد نشانات یہاں کے وسیع و عریض علاقے میں پھیلائے ہوئے ہیں۔ بریلہ شریف کے نواح میں مٹی کے بڑے بڑے تودے اور ٹیلے اس امر کے گواہ ہیں کہ یہاں کبھی اولاد آدم علیہ السلام کی عالیشان بستیاں ہوں گی۔

"...... (روزنامہ قومی جنگ 13 مارچ روزنامہ منصف حیدر آباد)

اس تحقیقاتی مقالے کے مندرجہ بالا اقتباسات کے بعد اب ذرا یہ بھی دیکھیں۔

"..... یاقوت ممنوی نے لکھا ہے کہ بوقیر بن یقطن بن حام بن نوح کی اولاد میں سندھ اور ہند دو بھائی تھے ان کے نام سے یہ دونوں ملک مشہور ہوئے۔ (خلافت راشدہ اور ہندوستان از قاضی اطہر مبارکپوری دہلی صفحہ (2

ان تمام روایات اور تحقیقات سے کیا اس قیاس کو تقویت نہیں ملتی کہ طوفان نوح سے قبل اور بعد میں بھی حضرت نوح کا تعلق ہندوستان سے رہا تھا؟

حضرت آدم اور حضرت نوح سے متعلق مندرجہ بالا روایات اور تحقیقاتی تحریروں کو آپ علیحدہ علیحدہ دیکھیں تو ان میں سے چند یا ہر ایک کو ضعیف کہہ لیں لیکن اکٹھا ہونے کے بعد ان کی حیثیت قوی اور مستند بن جاتی ہے۔ پھر یہ بھی غور طلب ہے کہ کسی اور ملک میں ان انبیاء کی بعثت یا وفات کے دعوے ہمیں نہیں ملتے۔ اس کے علاوہ اگر ان تمام محققین نے ایک ہی حقیقت پر اپنی اپنی جگہ افسانے گڑھ لئے تو یہ بڑی عجیب بات ہے کہ انہوں نے بھی حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے ہندوستان ہی سے متعلق ہونے کے افسانے گڑھے اور چین' روس' جاپان' یورپ' امریکہ یا آسٹریلیا سے متعلق نہیں گڑھے۔

ویسے بھی اس میں تعجب کی کیا بات ہے اس دور کے انسانوں کے قد ساٹھ ساٹھ میٹر لمبے اور عمریں ایک ایک ہزار سال کی ہوتی تھیں۔ ایسے انسان اپنی عمر میں اگر دنیا کے ہر خطے سے گزرے ہوں تو یہ کوئی حیرت کی بات نہیں۔ لمبی عمروں کی روایات تو بہت عام ہیں' لمبے قد کے لئے صحیح بخاری میں کتاب الانبیاء صلوات اللہ علیہم میں حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی حدیث دیکھی جا سکتی ہے جس میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ فٹ ذراع (میٹر) تھا۔ اس وقت سے اب تک لوگوں کا قد برابر گھٹتا آرہا ہے"۔

تیمم کے فرائض (حصہ دوم)

(حافظ محمد یاسین)

تیمم میں تین فرض ہیں۔

(1)۔ خدا کی رضا کے لئے پاک ہونے کی نیت کرنا۔

(2)۔ دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مار کر پورے چہرے پر پھیرنا

(3)۔ اور پھر دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مار کر کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں پر پھیرنا۔

تیمم کی سنتیں

(1)۔ تیمم کے شروع میں بسم اللہ کہنا۔

(2)۔ مسنون طریقے کے مطابق تیمم کرنا یعنی پہلے چہرے کا مسح کرنا اور پھر دونوں ہاتھوں کا مسح کرنا۔

(3)۔ پاک مٹی پر ہتھیلیوں کی اندرونی سطح کو مارنا نہ کہ ہاتھ کی پشت کو۔

(4)۔ ملنے کے بعد دونوں ہاتھوں سے مٹی کو جھاڑ ڈالنا۔

(5)۔ مٹی پر ہاتھ مارتے وقت انگلیوں کو کشادہ رکھنا تاکہ غبار ان کے اندر پہنچ جائے۔

(6)۔ کم سے کم تین انگلیوں سے ہاتھ اور چہرے کا مسح کرنا۔

(7)۔ پہلے دائیں ہاتھ کا مسح کرنا پھر بائیں ہاتھ کا مسح کرنا۔

(8)۔ چہرے کے مسح کے بعد داڑھی میں خلال کرنا۔

وہ چیزیں جن سے تیمم جائز یا ناجائز ہے

(1)۔ پاک مٹی سے تو تیمم جائز ہے ہی ان ساری چیزوں سے بھی تیمم جائز ہے جو مٹی کی کسی قسم سے ہوں' وہ ساری چیزیں جو آگ میں ڈالنے سے جل کر راکھ نہ ہوں اور نہ نرم پڑیں۔ مٹی کی قسم سے ہیں جیسے سرمہ' چونا' پتھر' اینٹیں' ریت' کنکر' گیرو' سنگ مرمر یا عقیق فیروزہ وغیرہ ان سب سے تیمم کرنا جائز ہے۔

(2)۔ ان ساری چیزوں سے تیمم کرنا ناجائز ہے جو مٹی کی قسم سے نہ ہوں وہ ساری چیزیں مٹی کی قسم سے نہیں ہیں جو آگ میں ڈالنے سے جل کر راکھ ہو جائیں یا پگھل جائیں۔ جیسے

لکڑی' لوہا' سونا' چاندی' تانبا' پیتل' شیشہ' رانگ اور ساری دھاتیں اور کوئلہ' نمک' کپڑا' کاغذ' نائیلون اور پلاسٹک کی چیزیں' یا خود راکھ ان ساری چیزوں سے تیمم کرنا درست نہیں۔

(3)۔ جن چیزوں سے تیمم ناجائز ہے اگر ان پر اتنا غبار ہو کہ ہاتھ مارنے سے اڑے' یا ہاتھ رکھ کر کھینچا جائے تو نشان پڑے تو اس صورت میں ان سے بھی تیمم جائز ہے مثلاً" کپڑے کے تھان پر غبار ہو' کرسی' میز پر غبار ہو یا خود کسی آدمی کے جسم پر گرد و غبار ہو تو اس سے تیمم کرنا جائز ہے۔

(4)۔ جن چیزوں سے تیمم جائز ہے مثلاً" اینٹ' پتھر یا مٹی کے برتن وغیرہ اگر یہ چیزیں بالکل دھلی ہوئی ہوں اور ذرا بھی ان پر غبار نہ ہو تب بھی ان سے تیمم کرنا جائز ہے۔

وہ چیزیں جن سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے

(1)۔ جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سب سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے ان سے وضو کا تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور غسل کا تیمم بھی۔

(2)۔ اگر وضو اور غسل دونوں کے لئے ایک ہی تیمم کیا جائے تو وضو ٹوٹنے سے وہ تیمم صرف وضو کے حق میں ٹوٹے گا۔

لیکن غسل کے حق میں باقی رہے گا۔ جب تک کہ وہ ایسی بات نہ ہو جائے جس سے غسل واجب ہوتا ہے۔

(3)۔ اگر محض پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا تو پانی ملتے ہی تیمم ٹوٹ جائے گا۔

(4)۔ اگر کسی عذر یا بیماری کی وجہ سے تیمم کیا تھا تو عذر یا بیماری کے ختم ہوتے ہی تیمم ٹوٹ جائے گا۔ مثلاً" کسی نے سردی میں فالج کے خطرے سے ٹھنڈے پانی سے وضو نہیں کیا اور تیمم کر لیا پھر پانی گرم کرنے کا انتظام ہو گیا۔ تو گرم پانی ملتے ہی تیمم ٹوٹ جائے گا۔

(5)۔ پانی کے قریب کوئی درندہ' سانپ یا کوئی دشمن تھا' جس کے خوف سے وضو کے بجائے تیمم کر لیا تھا' پھر یہ خطرہ ٹل گیا اور پانی حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ رہی تو تیمم ٹوٹ گیا۔

(6)۔ اگر کوئی آدمی' ریل' بس یا جہاز سے سفر کر رہا ہے اور اس نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا اب چلتی ریل' بس یا جہاز میں سے جگہ جگہ اسے چشمے' نہریں' تالاب وغیرہ دکھائی دے رہے ہیں۔ لیکن چونکہ چلتی سواریوں میں پانی حاصل کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے اس آدمی کا تیمم نہ ٹوٹے گا۔

(7)۔ اگر کسی نے ایک عذر کی وجہ سے تیمم کیا تھا پھر وہ عذر تو ختم ہو گیا لیکن اس عذر کے ختم ہوتے ہی دوسرا عذر پیدا ہو گیا' تب بھی پہلے تیمم کے جاتے رہنے سے تیمم ٹوٹ جائے گا۔ مثلاً" کسی نے پانی

نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا پھر پانی مل گیا لیکن پانی ملتے ہی وہ ایسا بیمار ہوا کہ پانی کا استعمال اب بھی اس کے لئے ممکن نہیں، تب بھی اس کا پسلا تیمم ختم ہو گیا۔ جو پانی نہ ملنے کی وجہ سے کیا تھا۔

(8)۔ اگر کسی نے وضو کے بجائے تیمم کیا تھا، پھر وضو کے بعد بقدر پانی مل گیا تو تیمم ٹوٹ گیا اور اگر کسی نے غسل کے بجائے یعنی حدث اکبر سے پاک ہونے کے لئے تیمم کیا تھا اور پانی صرف اتنا ملا ہے کہ اس سے وضو ہی ہو سکتا ہے غسل نہیں ہو سکتا تو غسل کا تیمم نہ ٹوٹے گا۔

تیمم کے متفرق مسائل

(1)۔ کسی نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا اور نماز پڑھ لی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد پانی مل گیا تو چاہے یہ پانی وقت کے اندر ہی ملا ہو جب بھی نماز دہرانے کی ضرورت نہیں۔

(2)۔ وضو اور غسل دونوں کے بجائے تیمم درست ہے یعنی حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں سے پاک ہونے کے لئے تیمم کرنا صحیح ہے، دونوں کے لئے الگ الگ تیمم کرنے کی ضرورت نہیں ایک ہی تیمم دونوں کے لئے کافی ہے مثلاً" ایک شخص پر غسل فرض ہے۔ اس نے غسل کے بجائے تیمم کر لیا، اب اسی تیمم سے وہ نماز پڑھ سکتا ہے۔ وضو کے لئے الگ سے تیمم کرنے کی ضرورت نہیں۔

(3)۔ پانی موجود ہے لیکن یہ اندیشہ ہے کہ وضو یا غسل کرتے کرتے نماز جنازہ یا نماز عیدین یا نماز کسوف وغیرہ نہیں ملے گی تو اس صورت میں تیمم کر کے نماز میں شریک ہو جانا درست ہے۔ اس لئے کہ دوسرے وقت میں ان نمازوں کی قضا نہیں ہے۔

(4)۔ اگر کوئی شخص معذور ہو اور خود اپنے ہاتھ سے تیمم نہ کر سکتا ہو تو یہ جائز ہے کہ کوئی دوسرا آدمی مسنون طریقے کے مطابق اس کو تیمم کرا دے یعنی اپنے ہاتھ مٹی پر مار کر پہلے اس کے پورے چہرے پر پھیرے پھر ہاتھ پر پھیرے۔

(5)۔ اگر کسی کے پاس دو برتنوں میں پانی بھرا ہوا ہے اور یہ معلوم ہے کہ ایک برتن کا پانی پاک ہے اور ایک کا ناپاک لیکن یہ نہیں معلوم کہ کس برتن میں پاک ہے اور کس برتن میں ناپاک تو ایسی صورت میں تیمم کر لینا چاہیے۔

(6)۔ مٹی کے ایک ڈھیلے ہی سے ایک ہی آدمی کئی بار بھی تیمم کر سکتا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ اسی ایک ڈھیلے سے کئی کئی آدمی تیمم کریں۔

(ماخوذ از آسان فقہ)